قادیانیوں کامسلمانوں سے کیاتعلق؟

تالیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی،فون:2439799

نام کتاب	:	قادیانیوں کامسلمانوں سے کیاتعلق؟
تصنیف	:	حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی مدظلہ
سن اشاعت	:	شعبان المعظم 1428ھ۔ستمبر 2007ء
تعداد اشاعت	:	2100
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نورمسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی،فون:2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

پیشِ لفظ

یہ بات مسلّم ہے کہ طبیعت انسانی دہریت کو قبول کرنے میں تامل کرتی ہے اور ہر انسان فطری طور پر ایک ذات وحدہٗ لاشریک کو اپنا معبودِ حقیقی ماننے کی جانب مائل ہوتا ہے، ابلیس لعین نے جب انسانی میلان طبعی کو اس طرف مائل پایا تو اس نے ''توحیدی'' ابحاث کے ذریعے سے ''عقیدۂ توحید'' میں شکوک وشبہات پیدا کر کے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کہیں تو لوگوں نے حق سبحانہ وتعالیٰ کے شریک ٹھہرا لئے اور کہیں اُس کے لئے بیٹے، بیٹیاں ٹھہرالیں، اور بعضوں نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ اہلِ ایمان تک کو بھی مشرک قرار دے دیا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ توحید کو ماننے کی جانب انسان بالطبع مائل ہے تو کلمہ توحید کا ایک جز اقرارِ رسالت بھی ہے، تو یہاں بھی ابلیس لعین نے عقیدۂ رسالت میں مختلف ابحاث کے ذریعے سے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہیں تو محافظتِ توحید کے نام پر شانِ رسالت کے منکر ہوئے اور اپنے جیسا ''بشر'' قرار دیا اور کہیں تو سِرے سے اقرارِ رسالت کے منکر ہوئے اور ان سب سے بڑھ کر کچھ ''جھوٹے مدعیانِ نبوّت'' ہوئے، اسی گروہ کے بارے میں خاتم النبیین مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری اُمّت میں تیس جھوٹے دجّال ہوں گے، اُن سے ہر ایک گُمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں ''خاتم النبیین'' ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔ (سنن ابی داؤد)

جمعیت اشاعت اہلسنّت کے مفت سلسلہ اشاعت نمبر 161 کا زیرِ نظر کتاب ''قادیانیوں کا مسلمانوں سے کیا تعلق''؟ انہی تیس جھوٹے دجّالوں میں سے ایک دجّال ''مرزا

قادیانی لعین' کے مکر وفریب کی نقاب کشائی کرتی ہے۔

کتاب ہذا کے مؤلّف فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ نے کتاب کے باب اول میں جہاں رسالت کی اہمیت، عقیدۂ ختمِ نبوّت سے متعلق اہلسنّت والجماعت کے دلائل عام فہم انداز میں بیان کئے وہاں لفظ ''خاتَم'' اور ''خاتِم'' کے لفظی فرق سے پیدا کئے گئے مَن گھڑت معنی، اور لغوی ابحاث کو جامع اور مدلّل انداز میں بیان فرمایا، اور عامۃ المسلمین کے ذہنوں میں پیدا کئے جانے والے شبہات کا ردّ فرمایا۔ دوسرے باب سے فتنۂ قادیانیت تمہید سے شروع کرتے ہوئے انگریزوں کی سازشوں اور مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانے والے عناصر کا ذکر فرمایا، نیز اس ضمن میں بائیس جھوٹے مدعیان نبوت کا اجمالی ذکر، بعد کے ابواب میں مرزا کی پیدائش، تعلیم وتربیت، علمائے اہلسنّت کی مساعی جلیلہ، عالَم اسلام اور اسلامی ممالک میں جماعت قادیانی کی آئینی حیثیت، جنگِ آزادی میں مرزا اور اس کے خاندان کا کردار اور تحریک پاکستان میں گروہ قادیان کا کردار بیان کیا ہے اس کے علاوہ مختلف غیر مسلم این ، جی ، اوز اور حکومتوں کے اس پروپیگنڈے کے جوابات، کہ مسلمان قادیانیوں سے امتیازی سلوک کرتے ہیں، مدلّل انداز میں دیتے ہیں۔ مزید برآں قیامِ پاکستان کے بعد مرزائی ذرّیت کی طرف سے پاکستان کے خلاف کی جانے والی سازشوں کا دیباچہ اور علماء اہلسنّت کی ان کوششوں کا اجمالی احوال جو انہوں نے دینِ حق کی محافظت میں مرزا اور اس کی جماعت کے ردّ میں کی ہیں۔ غرض کے بظاہر تقریباً 100 صفحات پر پھیلی ہوئی یہ کتاب 150 سال سے زائد عرصہ پر محیط مرزا اور اس کی جماعت کی ریشہ دوانیوں کا حقائق نامہ ہے اور اس کی ہر سطر یہ بیان کرتی ہیں کہ مرزا اور اس کی جماعت کا اسلام اور مسلمانوں سے کیا تعلق ہے؟ اللہ عزوجل استاد محترم کے علم وعمر میں اضافہ فرمائے کہ انہوں نے اتنی نافع کتاب عامۃ المسلمین کے لئے تحریر فرمائی، اللہ عزّ وجلّ

سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبولیت بخشے اور اسے مسلمانوں کے لئے نافع، اور گمراہوں کے لئے ہدایت والی بنادے، مؤلّف اور جملہ اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت اور مسلمانوں کے لئے شافع بنادے، اور اس کے طفیل ہر مسلمان میں تحفّظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے لئے مر مٹنے کا جذبہ پیدا فرمادے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد عارف قادری نوری

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفی و الصلاۃ و السلام من لا نبیَّ بعدہ

امابعد!

اہلِ اسلام کا عقیدہ: اللہ عزوجلّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اَحَدٌ وَّ صَمَدٌ، لَا شَرِیْکَ لَهٗ جاننا فرضِ اول ومناطِ ایمان ہے۔ یُوں ہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانے میں خواہ اُن کے بعد کسی جدید نبی کی بعثت یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اجل وجزئے ایقان ہے: ﴿وَلٰکِنْ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک (شک کرنے والا) کہ اَدنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران (ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا) ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہے بلکہ جو اس عقیدہ معلونہ پر مطّلع (اطلاع پا کر) ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردّد کو راہ دے وہ بھی کافر الخ۔ (ختم النبوّۃ، مصنفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، ص5-6)

''بحرالکلام'' میں ارشاد فرمایا: اہلِ سنّت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس پر ارشاد ربانی ﴿وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ ناطق ہے اور ارشاد رسول ''لَا نَبِیَّ بَعْدِی'' شاہد ہے۔ الغرض قرآن وسنّت دونوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی آخری نبی ہیں، لہٰذا جو ہمارے نبی کے بعد کسی کو نبی کہے یا ہمارے نبی کے آخری نبی ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے، اس لئے کہ حجت نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے، پس حضور کے بعد جو نبوّت کا دعویٰ کرے تو اس کا دعوی بلاشبہ باطل ہے۔ امام اعظم کے عہد میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی نشانیاں پیش کروں، تو حضرت امام نے فرمایا: جس نے بھی اس سے اس کی نبوت

کی علامت طلب کی وہ کافر ہو گیا اس لئے کہ حضور فرما چکے ہیں کہ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِی'' میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ واقعہ ''مناقب الامام'' اور ''الفتوحات المکیہ'' دونوں میں مذکور ہے۔ ''ہدیۃ المہدیین'' میں فرمایا ہے کہ حضور ﷺ پر جو ایمان واجب ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ہم آپ کو فی الحال اپنا رسول بھی مانیں اور آخری نبی اور آخری رسول بھی تسلیم کریں۔ پس اگر کسی نے آپ کو رسول مان لیا لیکن یہ نہیں تسلیم کیا کہ آپ آخری رسول ہیں، قیامت تک جس کا دین منسوخ نہ ہوگا، تو وہ مومن نہیں۔ اور ''الاشباہ'' میں ''کتاب السیر'' میں فرمایا کہ جس نے حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کیا وہ مسلمان نہیں، اس لئے کہ آپ کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ (''نظریہ ختم نبوّت اور تحذیر الناس''، مصنّفہ علامہ سید محمد مدنی میاں جیلانی، ص28)

عقیدہ ختم نبوّت کا ثبوت:

قرآن کریم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ (الاحزاب:40)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

اب سوال یہ ہے کہ ''خاتم النبیین'' کا معنی کیا ہے، ''خاتم'' میں ''تاء'' کے نیچے زیر بھی آتا ہے اور زبر بھی۔ اس طرح زیر اور زبر کے فرق سے عربی میں یہ دو لفظ ہیں لیکن باوجود دو لفظ ہونے کے معنی دونوں کا ایک ہے۔ اور قادیانی اہلِ اسلام کو ''خاتَم'' کے معنی میں دھوکہ دیتے ہیں، چنانچہ پیر محمد کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں:

خاتم کے معنی میں قادیانیوں کا دھوکہ: لفظ ''خاتم'' کے معنی کرتے وقت ان کی

طرف سے جو دھوکہ کیا جاتا ہے وہ آپ غور سے سُنیں تا کہ اگر کوئی آپ کے سامنے شک و شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو آپ کے پاس ایسا ہتھیار ہو جس سے آپ اس کے شکوک وشبہات کو دُور کرسکیں اور اپنے ایمان کی شمع کو ان طوفانوں کی زد سے بچا سکیں۔

لوگوں کے ذہنوں میں شُبہ پیدا کرنے کے لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ حضور ''خاتم النبیین'' ہیں لیکن قرآن میں ''خاتِم'' کا لفظ نہیں بلکہ ''خاتَم'' کا لفظ ہے، اگر خاتِم ہوتا تو ہم بھی مانتے کہ آپ اس سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں لیکن ''خاتَم'' کہتے ہیں ''مُہر'' کو اور ہم تو حضور ﷺ کی شان کو بلند کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اتنی شان ہے کہ جس پر وہ ٹھپہ لگا دیں وہ نبی بن جاتا ہے، تم کہتے ہو کہ حضور کی آمد سے نبوّت کا سلسلہ ختم ہو گیا، تم نے حضور ﷺ کی شان بلند کی یا ہم نے؟ یہ اعتراض ہے جو ان کی طرف سے کیا جاتا ہے کہ ''خاتَم'' کہتے ہیں مُہر کو، کہ حضور ﷺ جس پر مُہر لگا دیں وہ نبی بن گیا، تو ہمارے مرزا صاحب پر بھی حضور ﷺ نے مُہر لگا دی، اس لئے وہ بھی حضور ﷺ کے صدقہ سے نبی بن گئے۔ (اسلام اور ردّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص9)

خاتِم اور خاتَم کا معنی: پہلی بات یہ ہے کہ ''خاتِم'' اور ''خاتَم'' کا یہ من گھڑت فرق جو انہوں نے انگریز کے اشارے پر کیا ہے، کیا لُغتِ عرب میں بھی اس کا کوئی وجود ہے؟ دو تین کتابوں کے حوالے پیش کرتا ہوں، ورنہ پچاسوں کتابیں ہیں جو اس معنی کی تائید میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ایک علامہ جوہری ہیں جو لُغتِ عرب کے امام ہیں ان کی کتاب ہے ''الصحاح''، جن کی ولادت 332ھ میں ہوئی، اور وفات 398ھ کے قریب ہوئی، یعنی چوتھی صدی کے آدمی ہیں، مرزا صاحب کے آنے سے صدیوں پہلے آئے اور اپنا کام کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

دوسرے صاحبِ لسانُ العرب علامہ ابن منظور ہیں، وہ ساتویں صدی کے بہترین عالم گزرے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں یہ تشریح کی ہے: ''والخَتمُ، الخاتِمُ،

الخاتَمُ، وَ الخَیْتَامُ کُلُّها بمعنی واحدٍ و معناها أخیرها ''۔ ان تمام کا معنی ایک ہی ہے اور وہ کیا ہے کسی چیز کا اخیر، ختم کرنے والا۔ کہتے ہیں: ''**خِتَامُ الوادی، خاتِمُ الوادی، خاتَمُ الوادی، أخیرُ الوادی**''۔ وادی کا آخری کنارہ، جہاں وادی ختم ہو جاتی ہے، اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (اسلام اور ردِّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص9-10)

اور لکھتے ہیں: ''**خِتَامُ القوم و خاتِمُهُمْ وَ خاتَمُهُمْ آخرهم** '' (لسان العرب، المجلد (12)، ص164)

ختام القوم اور خاتِم القوم اور خاتَم القوم سب کا معنی ہے آخر القوم۔

و الخاتَم و الخاتِم: من أسماء النبی ﷺ، معناه: آخر الأنبیاء، و قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِیّنَ﴾ (تہذیب اللغۃ، المجلد (7)، ص316) (لسان العرب، المجلد (12)، ص164)

(تاء کے زیر سے) خاتِم اور (تاء کے زبر سے) خاتَم دونوں نبی ﷺ کے اسماء ہیں ان دونوں کا معنی ہے آخر الانبیاء اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَخَاتَمَ النَّبِیّنَ﴾

معلوم ہوا ''خاتِم'' ہو یا ''خاتَم'' ان کا معنی ایک ہی ہے، کسی چیز کا آخری کنارہ، کسی چیز کی انتہاء، جہاں پر جب کوئی چیز ختم ہو جاتی ہے اس کو عربی میں ''خاتِم'' بھی کہتے ہیں، ''خاتَم'' بھی کہتے ہیں، ''خِتَام'' اور ''ختم'' بھی کہا جاتا ہے، کہ تمام کے تمام الفاظ ہم معنی ہیں، مترادف ہیں۔

یہ معنی آج کے علماء نے نہیں لکھا کہ مرزا صاحب کے تعصّب میں مولویوں نے اپنی کتابوں میں بڑھا دیا ہو بلکہ یہ معنی ان علماء نے لکھا ہے جو مرزا صاحب کے آنے سے ہزاروں سال پہلے گزر چکے ہیں اور جن کی کتابیں لُغتِ عرب میں سند کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا، ان علماء کی تحقیق ہے کہ ''خاتِم'' ہو یا ''خاتَم''، ہو، ان کا معنی ایک ہی ہے: آخیرُ الشئ اور پھر اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے: ''خاتم النبیّین''، ''آخر النبیّین''، سب نبیوں میں آخر میں آنے والا۔

اس تحقیق کے بعد بات واضح ہوگئی کہ ''خاتَم'' کا معنی آخری ہی ہے، اس کے بعد یہ محض دھوکہ فریب اور دجل وتلبیس ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ''خاتَم'' کا معنی اور ہے اور ''خاتِم'' کا معنی اور۔ ہمارے نزدیک علماءِ حق اور آئمۂ لُغت کی تحقیق کے مطابق ''خاتَم'' ہو یا ''خاتِم''، اللہ کے محبوب کے بعد اب کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ (اسلام اور ردّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص10)

فہمِ رسول ﷺ: اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ قرآن کریم کو جس طرح اللہ (تعالیٰ) کے محبوب (ﷺ) نے سمجھا، اس طرح کوئی اور سمجھ سکتا ہے؟ (نہیں) قرآن حکیم کی آیات وکلمات کا جو مفہوم سرکارِ دو عالم (ﷺ) نے سمجھا ہے وہ سچا ہے یا چودھویں صدی کا کوئی آدمی جو مفہوم بیان کرے وہ۔ سچا وہی مفہوم ہے جو مصطفیٰ کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے بیان کیا کیونکہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ﴾ (النحل:44)

ترجمہ: اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری کہ لوگوں سے بیان کردو۔

اے محبوب! اس کتاب کو ہم نے تیرے قلبِ منور پر نازل فرمایا، کیوں؟ ''لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ'' تاکہ آپ بیان فرمائیں جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے۔ اس کا مطلب، مفہوم اور مدعا لوگوں کو بتائیں، اس کے بیان کرنے کا فرض ہم نے آپ کے ذمہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو قرآن سکھایا، اس کا مفہوم بتایا اور پھر منصبِ تفسیر پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے مصطفیٰ کو متعین فرمایا کہ اس کا بیان کرنا اے مصطفیٰ تیرا کام ہے، اگر حضور ﷺ نے ''خاتَم'' کا معنی یہ کیا ہے کہ مُہر لگانے والا تو آمَنَّا و صَدَّقْنَا۔ ایک جوہری نہیں، ایک علامہ ابن منظور نہیں، لاکھوں جوہری جیسے عالم بھی ہو جائیں، ہم ان کو قولِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ و الثناء) پر قربان کر دیں گے، اگر مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) یہ کہیں کہ ''خاتم النبیین'' کا

معنی ''آخر النبیین'' نہیں ہے بلکہ مُہر لگانے والا ہے۔ تو جو بات میرا محبوب کہے وہ سچی ہو گی، دنیا بھر کے عالم بھی اگر ایک بات پر اکٹھے ہو جائیں اور وہ قولِ مصطفیٰ (علیہ التحیۃ و الثناء) کے خلاف ہو تو ہم ان کو پرکاہ کی بھی وقعت نہیں دیں گے۔

لیکن اگر علماءِ لُغت بھی یہ کہیں اور جس پر قرآن نازل ہوا جس کو قرآن نازل کرنے والے نے قرآن سمجھایا وہ بھی یہ کہے کہ ''خاتم النبیین'' کا معنی ہے ''آخیر النبیین''، تو پھر ہم مصطفیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) کی بات مانیں یا ان کھپروں کی بات مانیں، اگر ہم مصطفیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) کی بات چھوڑ کر کسی اور کی بات مانیں گے تو پھر ہم خدا کا انکار کر رہے ہیں، خدا کے کلام کا انکار کر رہے ہیں اور جو قرآن کی کسی آیت یا مصطفیٰ (علیہ الصلاۃ و السلام) کی کسی حدیث کا انکار کرتا ہے اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

لُغتِ عرب اور تشریحِ مصطفیٰ (ﷺ) کے مطابق ''خاتِم'' اور ''خاتَم'' کے معنی میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا معنی ہے ''آخری''۔ اور جس پر قرآن نازل ہوا اور جس کو تعلیم کتاب کی ذمہ داری سونپی گئی:

﴿یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْھِمْ﴾ (البقرہ:129)

ترجمہ: ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے۔

اس آیت میں تین مقصد بیان کئے گئے ہیں، نبی کی بعثت کے۔ ایک تو قرآن کی آیات کی تلاوت یعنی وہ اپنی طرف سے آیتیں گھڑ کر پیش نہیں کرتا اور اپنی طرف سے قصیدے، غزلیں اور شعر لکھ کر نہ اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور نہ میرے بندوں کا وقت ضائع کرتا ہے بلکہ وہ کیا کرتا ہے: ''یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیَاتِکَ'' آیتیں تیری ہوتی ہیں، کلام تیرا ہوتا ہے، زبان تیرے محبوب محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی ہوتی ہے، صرف آیت پڑھ کر سُنا دینے

سے کیا منصب کی ذمہ داری ختم ہوگئی، فرمایا نہیں صرف پڑھ کر ہی نہیں سناتا بلکہ ''یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ'' اس کتاب کے جو معنی ہیں، اس میں جو راز اور اسرار ہیں، قرآن کریم کے جو حقائق و معارف ہیں ان کی بھی نقاب کشائی کر کے اپنے امتیوں کو اور اپنے غلاموں کو آگاہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس منصب پر کسی زید بکر کو متعین نہیں کیا، قرآن کریم کی تشریح و تفسیر کرنے کا، قرآنی الفاظ کا معنی و مفہوم متعین کرنے کا اگر کسی کو حق دیا ہے تو وہ کون ہے؟ وہ ذاتِ پاک محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہے، تو پھر اگر حضور ﷺ بھی ''خاتم النبیین'' کا معنی یہ فرمائیں کہ اس کا معنی ''آخیر النبی'' ہے تو پھر ہم حضور ﷺ کی بات مانیں یا ان کی بات مانیں۔ دنیا بھر کے مولوی، دنیا بھر کے عالم، دنیا بھر کے لُغت کے امام بھی اگر ایک طرف ہوں اور سرکار کا ارشاد ایک طرف ہو جائے ہم ان سب کو نظر آتش کر دیں گے اور اس بات کو اپنے لئے باعثِ ہدایت سمجھیں گے جو سرکار کی زبانِ حق ترجمان سے صادر ہوئی ہوگی۔

جب علماء کرام کا بھی یہی قول ہے اور علماءِ لُغت کا بھی اور جس پر قرآن نازل ہوا، اس نے بھی اپنے امتیوں کو اس آیت کا یہی معنی سمجھایا ہو تو پھر اور کون ہے جو ہمیں یہ کہے کہ اس آیت کے یہ معنی نہیں، جو ایسا کہے گا ہم اسے کہیں گے تم جھوٹ کہتے ہو، ہم وہی بات مانیں گے جو مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمائی اور جو لُغت کے آئمہ کرام نے سمجھائی۔ ملخصاً

(اسلام اور ردّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص 10-12)

احادیثِ نبویہ علیہ التحیۃ والثناء:

صحیح احادیث کہ جن کی صحت میں کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں، اُن میں حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ''خَاتَمِ النَّبِيِّنَ'' کی تفسیر فرمائی ہے اور اس معنی کی احادیث ایک دو نہیں بلکہ بے شمار ہیں، ان میں سے صرف چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ نے اپنی ''صحیح'' کے کتاب المناقب باب خاتم النبین میں روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

''إِنَّ مَثَلِي وَ مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا، فَأَحْسَنَهُ وَ أَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَ يَعْجَبُونَ لَهُ وَ يَقُولُونَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ'' (صحیح البخاری، 3/422، برقم:3535 و 3/1097-1098، برقم:3535)(صحیح مسلم، برقم:21-2286)

(سنن الترمذی: برقم:3613)(سنن الدارمی:1389)(المسند :5/145)

ترجمہ: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء گزرے ہیں اُن کی مثال یہ ہے کہ کسی نے بڑا بہترین خوبصورت محل تعمیر کیا ہو سوائے ایک اینٹ کے (یعنی اس میں دروازے کھڑکیاں غرض یہ کہ ہر طرح سے اس کی تکمیل کی گئی ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو) لوگ اس کے اردگرد گھوم کر اُسے دیکھتے ہوں اس کو دیکھ کر حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں (کہ کتنا خوبصورت مکان ہے دیکھتے دیکھتے انہیں ایک اینٹ کی خالی جگہ نظر آئے تو اُسے دیکھ کر) کہتے ہوں کہ کاش اس جگہ اینٹ رکھ دی جاتی (پھر حضور نے فرمایا) پس نبوت کے محل کی وہ اینٹ میں ہوں (کہ میرے آنے سے اس محل میں جو خلا تھا وہ پُر ہو گیا اور میرے آنے سے وہ محل مکمل ہو گیا) اور میں ''خاتم النبیین'' ہوں۔

اس کے تحت پیر صاحب فرماتے ہیں: اب آپ بتائیے کہ جب ایک مکان مکمل ہو جاتا ہے تو کیا اس میں کوئی بڑے سے بڑا ماہر انجینئر کوئی نئی اینٹ داخل کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں اِلّا یہ کہ پہلے اس میں سے کوئی اینٹ نکالے، جگہ خالی کرے اور پھر نئی اینٹ وہاں رکھی جائے۔

تو جب حضور ﷺ کی آمد سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا اب مرزا صاحب کی اینٹ تب ہی داخل ہو سکتی ہے جب پہلے انبیاء میں سے کسی اینٹ کو نکال کر جگہ خالی کی جائے تو کیا

اس مرزا قادیانی کے لئے ہم ابراہیم علیہ السلام کی اینٹ نکالیں گے، اسحاق علیہ السلام کی اینٹ نکالیں گے، نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، کس نبی کی اینٹ نکال کر اس کی جگہ بنائیں گے تو اس محل میں نہ اور کسی کی جگہ ہے اور نہ کوئی اینٹ وہاں لگائی جاسکتی ہے، مرزا صاحب ہزار سرخاب کے پَر لگا کے آئیں ان کی اس میں کوئی گنجائش نہیں، جلیل القدر انبیاء کی اینٹوں سے نبوت کا محل مکمل ہوگیا، وہ جلیل القدر انبیاء جن کے نام لینے سے آج بھی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کیا ان کی اینٹوں کو نکال کر اس کی اینٹ وہاں لگا کر محل کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کریں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔

مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا: ''أَنَـا ذَالِكَ اللَّبِنَةُ'' میرے آنے سے نبوت کا محل مکمل ہوگیا، ''وَ أَنَـا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ'' اور میرے آنے سے نبوت کا دروازہ بند ہوگیا، تو خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں؟ آخر النبیین جس کے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، قربان جائے انسان، اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ پر کہ ایسا سبق سکھاتے ہیں، حقیقت کو ایسا دل میں جماتے ہیں کہ شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ (اسلام اور ردِّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص13)

2۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيْتُ جَوَامِعُ الْكَلِمِ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُوْرًا، وَ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ''. (رواہ مسلم، برقم:5۔423، واحمد فی المسند:2/412، ونقلہ التبریزی فی مشکاۃ:3۔4/354، برقم:5748۔10)

''اللہ تعالیٰ نے چھ چیزوں کے ساتھ انبیاء علیہم السلام پر مجھے فضیلت دی: (۱) مجھے جوامع الکلم کے ساتھ سرفراز کیا گیا، (۲) رُعب سے

میری مدد کی گئی، (۳) میرے لئے ساری زمین کو مسجد بنایا گیا، اور پاک کرنے والی بنایا گیا، (۴) میرے لئے غنیمتوں کو حلال فرمایا گیا، (۵) مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا، (۶) اور مجھے بھیج کر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے بھیجنے کا سلسلہ ختم فرما دیا۔

اس حدیث شریف کو پڑھنے کے بعد بتایئے کہ ''خاتم النبیین'' کا وہ مفہوم مراد لیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے بیان فرمایا، یا وہ مفہوم جو انگریز کے ایجنٹوں نے تجویز کیا ہے، یقیناً وہی مفہوم مراد لیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور اس کے محبوب پیارے مصطفی علیہ الصلاۃ والسلام نے ہمیں سمجھایا ہے۔

3۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی 279ھ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ (رواہ الترمذی فی سننہ: 4/457، برقم: 3686، و نقلہ التبریزی فی مشکاتہ: 2/419، برقم: 2047 (13))

ترجمہ: میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

یعنی اگر میرے بعد سلسلۂ نبوت جاری رہتا اور کسی نے نبی بن کر آنا ہوتا، کسی کو یہ مقام عطا کیا جاتا تو عمر بن خطاب کو عطا کیا جاتا، وہ عمر جس کے آنے سے، جن کے مسلمان ہونے سے، جن کے کلمہ پڑھنے سے، اہلِ اسلام کی قسمت بدل گئی، کفر کا غرور خاک میں مل گیا کہ علی الاعلان صدائے حق بلند کرنا مسلمانوں پر دشوار تھا، اب اعلانیہ صدائے دلنواز بلند کی جانے لگی۔

تو جب عمر جیسی عظیم شخصیت کو نبوت کا مقام نہیں مل سکا تو یہ گھسیٹی کے بیٹے کو کیسے مل سکتا ہے، جب عمر جیسے شخص کے لئے یہ مقام نہیں تو پھر اور کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ نبوت کا

دعویٰ کرتا پھرے، یہ کوئی مذاق ہے کہ جس کا جی چاہے اس مقام پر آ کر بیٹھ جائے‘‘۔(اسلام اور ردِّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص16)

4۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی 275ھ نے اپنی ’’سنن‘‘ کے کتاب الفتن میں حدیث شریف روایت کی:

عن ثوبان فقال: قال رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ...... وَ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ، وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّیْنَ وَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (سنن أبی داوٗد:5/291، برقم:4252)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... ’’میری اُمّت میں تیس جھوٹے دجّال ہوں گے اُن میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں ’’خاتم النبیین‘‘ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں‘‘۔

یعنی ان جھوٹوں میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے اس پر وحی نازل ہوتی ہے اسے شریعت دی گئی ہے، آپ نے فرمایا کہ اے میرے غلامو! غور سے سُن لو میں ’’خاتم النبیین‘‘ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تو ’’خاتم النبیین‘‘ کا معنی رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا کہ ’’لَا نَبِیَّ بَعْدِی‘‘ میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

پیر کرم شاہ صاحب اس کے تحت فرماتے ہیں: جب حضور ﷺ فرمائیں میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تو پھر کسی کا کیا مجال ہے کہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا کسی کے لئے نبوت کا راستہ ہموار کرے، حضور ﷺ نے فرمایا: ’’کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْن‘‘ وہ سب جھوٹے ہوں گے، بکواس کریں گے، خاتم النبیین کا معنی خود حضور ﷺ نے کر دیا: ’’لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ‘‘ تو ہم صرف حضور ﷺ کی بات مانیں گے ہم کسی اور کی بات ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے حضور ﷺ آخری نبی ہیں، حضور ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا

دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔(اسلام اور ردّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص16)

اور پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: قادیانی اور اس کے تابعین کے بارے میں عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشن گوئی فرمائی ہے جو ترجمانِ غیب تھے: **عن ابن عباس قال: خطبنا عمر، فقال: یا أیھاالناس سیکون قوم من ھذہ الأمة یکذبون بالرجم، و یکذبون بالدجال، و یکذبون بطلوع الشمس من مغربھا الخ**

ترجمہ: کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں پیشن گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس اُمّت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی الخ۔ بحوالہ ازالۃ الخفاء، ص181 (سیف چشتیائی، ص97، مطبوعہ: ہمدرد سٹیم پریس، راولپنڈی)

مدعی نبوّت دائرہ اسلام سے خارج ہے:

حضور پُر نور نورٌ علیٰ نور محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرنے والے کے متعلق مرزا قادیانی خود فتویٰ دیتے ہیں کہ ’’میں نبوّت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں‘‘۔ بحوالہ آسمانی فیصلہ، ص3، مصنفہ مرزا قادیانی (مرزا قادیانی کی حقیقت، ص9)

اس کے تحت مولانا محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی نے لکھا کہ ’’پس مرزا قادیانی اپنی عبارات، تحریرات اور فتاویٰ سے دائرہ اسلام سے خارج، کافر، شرارتی، گستاخ اور بیباک ثابت ہوا، ہم اہلسنّت و جماعت بریلوی کا بھی یہی کفر کا فتویٰ ہے اس لئے لاہوری اور قادیانی مرزائیوں کو اہلسنّت و جماعت سے نالاں اور ناراض نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اُن کو کافر و غیر مسلم قرار دیتے ہیں۔ بلکہ مرزائیوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ وہ ان کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے ایسے کافر، شرارتی، گستاخ اور بیباک کی عقیدت سے باز رکھتے ہیں، اور مسلک حق اہلسنّت و جماعت میں داخل ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے ساتھ سلوک امتیازی نہیں:

پھر اہلِ اسلام کا اس گروہ کے ساتھ یہ سلوک کہ انہیں کافر و دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا، مرتد سمجھنا امتیازی نہیں بلکہ بعثتِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک جس کسی نے بھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا، اہلِ اسلام نے اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کہ علماء کرام نے انہیں کافر مرتد قرار دیا اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں اکثر کے خلاف حُکّامِ وقت نے جنگ کی اور انہیں جہنم رسید کیا چنانچہ ان میں سے چند مشہور جھوٹے مدعیان نبوت کے نام بمعہ مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مُسَیلمہ کذّاب:

یہ شخص عہدِ نبوی ﷺ میں ''یمامہ'' سے ظاہر ہوا، حضور ﷺ کی بارگاہ میں آیا، آدھی نبوّت میں شرکت یا جانشینی کا طالب ہوا، خائب و خاسر واپس گیا اور نبوّت کا دعویٰ کیا اور چالیس ہزار افراد کو جمع کرلیا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دَورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں لشکر کشی کا حکم ہوا اور آپ نے اسے واصل بہ جہنم کیا، اور اس جنگ میں مسیلمہ کا لشکر چالیس ہزار افراد پر مشتمل تھا جب کہ اہلِ اسلام کے لشکر میں تقریباً تیرہ ہزار مجاہد شامل تھے، جن میں بدری صحابہ بھی تھے اور دیگر جلیل القدر صحابہ بھی، اور حق و باطل کی اس جنگ میں مسیلمہ کے چالیس ہزار سپاہیوں میں سے تقریباً اکیس ہزار جہنم رسید ہوئے جب کہ مسلمانوں کے صرف چھ سو ساٹھ افراد شہادت کے انعام سے سرفراز ہوئے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

اے مسلمانو! کیا اب بھی جھوٹے مدعی نبوّت اور اس کی جھوٹی نبوّت کو ماننے والوں کے کفر و ارتداد میں کوئی تردّد یا شک باقی رہ سکتا ہے، ہرگز نہیں، کیونکہ خلفاء راشدین اور

جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بالاتفاق ان مرتدین کے اسلام کی جانب رجوع نہ کرنے کی صورت میں ان سے جہاد کو لازم و فرض جانا اور بالفعل جہاد بھی کیا، کاش ہمارے حکمرانوں کے دلوں میں بھی اسلام کا درد ہوتا تو آج ہمارے وطنِ عزیز میں ان مرتدوں کا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب سے معاملہ نے ہمیں بتادیا کہ صرف ان کو کافر قرار دینا کافی نہیں بلکہ اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ ان کو اسلام کی جانب بلائے نہ آنے پر ان سے قتال کرے۔

2۔ سجاح بنت الحارث:

مُسیلمہ کذّاب کے دَور میں ہی سجاح نامی خاتون نے نبوّت کا دعویٰ کیا، اس کے دعوے سے مُسیلمہ کی شہرت ماند پڑی، ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں لشکرِ اسلام سجاح کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، لشکر آگے بڑھا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے دو مشترکہ دشمنوں سے تصادم ہونے والا ہے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہیں رُک گئے، اور مُسیلمہ بڑا عیار شخص تھا وہ سجاح اور اس کی طاقت سے باخبر تھا اس نے سجاح کو زیر کرنے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا بالآخر دونوں نے آپس میں نکاح کرلیا، اس واقعے سے اس کے لشکر کے کافی لوگ بددل ہوگئے اور اس کا ساتھ چھوڑنے لگے سجاح بھی سمجھ گئی کہ اس کا جھوٹ زیادہ دن چلنے والا نہیں ہے، تو اس نے خموشی کی زندگی بسر کرنے میں ہی اپنی عافیت جانی، لہٰذا وہ قبیلہ بنو تغلب میں آگئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط سالی کے سبب اپنے قبیلے کے ساتھ بصرہ آگئی اور سب کے ساتھ اس نے بھی اسلام قبول کیا اور پرہیزگاری زندگی گزارنے لگی، بصرہ میں ہی ان کا انتقال ہوا اور صحابیٔ رسول حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

3۔ اسود عنسی:

صنعاء یمن کا رہنے والا یہ شخص بہت بڑا شعبدہ باز تھا، دعویٰ نبوّت کیا بالآخر اسے

فیروز دیلمی کے ہاتھوں اپنے گھر میں موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔

نبی ﷺ نے یمن کے بعض سرداروں اور اہلِ نجران کو اسود کے خلاف جہاد کے لئے لکھا چنانچہ یہ لوگ آپس میں مشورہ کر کے اسود کے خلاف متحد ہو گئے تھے اور فیروز دیلمی نے جس رات اس جھوٹے مدعی نبوّت کو قتل کیا، نبی ﷺ نے علی الصبح صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج رات اسود مارا گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جھوٹے مُدعی نبوّت کو اسلام سے خارج شمار فرماتے اور آپ کا سرداروں کو جھوٹے مُدعی نبوّت کے خلاف جہاد کا حکم فرمانا، ہمارے حکمران طبقے کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتا ہے کہ تم جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اس نبی کا حکم یہ ہے کہ اگر حکومت تمہارے ہاتھ میں ہے تو تم پر فرض ہے کہ ہر جھوٹے نبی کا نام ونشان مٹا دو۔

4۔ طلیحہ اسدی:

یہ شخص بنو اسد کی طرف منسوب ہے جو خیبر کے آس پاس آباد تھا یہ بھی نبی ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ میں مرتد ہوا اور نبوّت کا دعویٰ کر کے خلق کو گمراہ کرنے میں مشغول ہوا، اس نے ہادیٔ اعظم سرورِ دو عالم ﷺ کو بھی اپنی خود ساختہ نبوت پر ایمان لانے کی دعوت اپنے بھائی حیال کے ہاتھ بھیجی۔ اور حضور ﷺ نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو ان سردارانِ قبائل کو طرف تحریکِ جہاد کے لئے روانہ فرمایا، جو طلیحہ کے آس پاس رہتے تھے، ان سب نے آپ کے ارشاد پر لبیک کہا اور حضرت ضرار کی سربراہی میں ایک بڑی جماعت کو جہاد کے لئے روانہ کر دیا اور اس لشکر نے طلیحہ کی فوج کے ساتھ جنگ کی اور بڑی بے جگری سے لڑے، اس طرح طلیحہ کی فوج فرار ہوئی۔

اور پھر حضور ﷺ کے وصال باکمال کے بعد مانعین زکوٰۃ بھی اس سے مل گئے، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر دوسری بار فاتحانہ لشکر کشی فرمائی اور طلیحہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آیا اور شکست کو یقینی دیکھ کر شام کی طرف فرار ہوا

پھر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کی توفیق بخشی اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شام سے حج کے لئے آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسلام کے لئے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے، خصوصاً جنگِ قادسیہ میں طلیحہ نے بڑی بہادری اور جوانمردی کے ساتھ لشکرِ اسلام کا دفاع کیا۔

5۔ حارث دمشقی:

اس نے استدراج اور شعبدوں سے شہرت حاصل کی جب لوگ زیادہ گمراہ ہونے لگے تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، اس کی خبر خلیفہ عبدالملک بن مروان کو ہوئی، گرفتاری کا حکم دیا تو سپاہیوں کے پہنچنے سے قبل فرار ہو گیا اور بیت المقدس جا کر لوگوں کو گمراہ کرنے لگا اور وہیں سے گرفتار ہوا اور خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور خلیفہ نے اس جھوٹے مُدعی نبوّت کو قتل کروا دیا۔

6۔ مختار بن ابو عبید ثقفی:

یہ جلیل القدر صحابی حضرت ابو عبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا ناخلف بیٹا تھا، گو کہ یہ اہلِ علم میں سے تھا مگر اس کا ظاہر اس کے باطن کے خلاف اور اس کے افعال واعمال تقویٰ سے عاری تھے۔ ابتداءً خارجی مذہب رکھتا تھا اور اسے اہل بیتِ نبوّت سے عِناد تھا اور شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد حصولِ اقتدار کے لئے ایک منصوبے کے تحت اس نے اہلِ بیت کی محبت کا دَم بھرنا شروع کر دیا کہ میرا مقصد قاتلانِ حسین سے انتقام لینا ہے، تھوڑے ہی عرصے میں اس کی تحریک کو اتنا فروغ ملا کہ اس کے گرد بڑا لشکر جمع ہو گیا اور اس نے سوائے حجازِ مقدس اور بصرہ کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا جو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے زیرِ نگیں تھے۔

پھر جس زمانے میں اس نے قاتلینِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو برباد کرنے اور ان کے قتل کا بازار گرم کیا تو لوگوں میں یہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور اسی دوران پیروانِ

ابن سبا وغیرہم سمٹ کر اس کے پاس آنے لگے، بات بات پر اس کی مدح کرنا اور اس کی چاپلوسی کرنا ان کا وطیرہ تھا اور اس کے اندر بھی انانیت اور خود پسندی بڑھتی چلی گئی، یہاں تک کہ اس نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے تمام خطوط و مکاتیب میں اپنے نام کے آگے رسول اللہ بھی لکھنا شروع کر دیا، حضرت مصعب بن الزبیر سے حروراء کے مقام پر جنگ ہوئی اور کافی نقصان برداشت کرنے کے بعد بالآخر حضرت مصعب کو فتح حاصل ہوئی اور مختار بھاگ کر قصرِ امارت میں محصور ہو گیا اور اس کا لشکر بھی بیس ہزار میں سے آٹھ ہزار رہ گیا تھا وہ بھی قصرِ امارت میں اس کے ساتھ محصور تھا اور حضرت مصعب کا یہ محاصرہ چار ماہ جاری رہا، جب محاصرے کی سختی ناقابل برداشت ہوئی تو اس نے لشکر کو باہر نکل کر لڑنے کی ترغیب دی مگر اٹھارہ آدمیوں کے سوا کوئی باہر نکلنے کے لئے تیار نہ ہوا، بالآخر مختار اُن اٹھارہ افراد کے ساتھ قصرِ امارت سے باہر نکل کر حضرت مصعب کے لشکر پر حملہ آور ہوا اور 14 رمضان 67ھ کو اپنے اٹھارہ ساتھیوں سمیت ہلاک ہوا۔

7۔ مغیرہ بن سعید:

یہ شخص والیٔ کوفہ خالد بن عبداللہ کا آزاد کردہ غلام تھا جس نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال سے قبل امامت اور پھر نبوّت کا دعویٰ کیا اور اس کو جادو اور سحر میں کامل دستگاہ حاصل تھی جس سے کام لے کر اس نے لوگوں پر اپنی بزرگی اور عقیدت کا سکہ جمایا تھا، جب خالد بن عبداللہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا حاکم تھا تو اسے معلوم ہوا کہ مغیرہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اور اس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو اس نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا اور یہ اپنے چھ حواریوں کے ساتھ گرفتار ہوا اور اس سے دعویٰ نبوّت کی تصدیق حاصل کرنے کے بعد اُسے سرکنڈے کے ایک گٹھے کے ساتھ باندھ کر زندہ جلا دیا۔(۱)

۱۔ اگرچہ شرعاً سزا کے طور پر کسی شخص کو زندہ جلانا ممنوع ہے۔ مؤلف

8۔ بیان بن سمعان:

یہ شخص نبوّت کا دعویدار تھا اور اہلِ ہنود کی طرح تناسخ اور حلول کا قائل تھا، خالد بن عبداللہ حاکم کوفہ نے مغیرہ بن سعید کے ساتھ اسے بھی گرفتار کر کے دربار میں بلایا تھا، جب مغیرہ ہلاک ہو گیا تو خالد نے اسے کہا کہ تیرا دعویٰ ہے کہ تو اسم اعظم جانتا ہے اس کے ذریعے فوجوں کو شکست دے سکتا ہے لہٰذا تو اب یہ کر کہ مجھے اور میرے عملے کو جو تیری ہلاکت کے درپے ہیں ہلاک کر مگر وہ جھوٹا تھا اس لئے نہ کچھ بولا اور نہ ہی کچھ کر سکا تو خالد نے اسے بھی زندہ جلا دیا۔(۲)

9۔ صالح بن ظریف:

یہ شخص اصل میں یہودی تھا، اندلس میں نشو ونما پائی وہاں سے مغرب اقصیٰ کے بربری قبائل میں جو بالکل جاہل اور وحشی تھے بود باش اختیار کی اور انہیں شعبدے دکھا کر اپنا مطیع کر لیا اور ان پر حکومت کرنے لگا۔

ہشام بن عبدالملک جب خلافت پر متمکن ہوا تو صالح نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور شمالی افریقہ میں اس کی حکومت مستحکم ہوئی، یہ شخص سینتالیس سال تک نبوّت کے جھوٹے دعوے کے ساتھ اپنی قوم کے سفید و سیاہ کا مالک رہا، 174ھ میں تخت و تاراج سے دستبردار ہو کر گوشہ نشین ہو گیا، اور اس کے تمام جانشین پانچویں صدی ہجری کے وسط تک تخت و تاج اور اس کی گمراہی اور خانہ ساز نبوت کے وارث رہے۔

10۔ استادسیس خراسانی:

اس نے ہرات، سجستان کے علاقوں میں اپنی نبوّت کا دعویٰ کیا اور لوگ اس کثرت سے اس کے متعقد ہوئے کہ تھوڑے ہی عرصے میں تین لاکھ آدمیوں کی ایک جماعت بن گئی، خلیفہ منصور نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا جسے اس نے شکست دے دی، پھر خلیفہ نے

۲۔ اگرچہ شرعاً سزا کے طور پر کسی شخص کو زندہ جلانا ممنوع ہے۔ مؤلف

ایک تجربہ کار سپہ سالار کی سربراہی میں چالیس ہزار کی فوج اس پر لشکر کشی کے لئے روانہ کی جس میں جھوٹے مدعی نبوت استاد سیس خراسانی کو شکست فاش ہوئی اور اس کے سترہ ہزار آدمی مارے گئے، چودہ ہزار قید ہوگئے اور سیس باقی تیس ہزار فوج لے کر پہاڑوں میں جا چھپا، سپہ سالار نے اس کا محاصرہ کرلیا اور محاصرے سے تنگ آ کر اپنے آپ کو سپہ سالار کے سپرد کیا، اب یہ معلوم نہیں کہ اُسے قتل کر دیا گیا یا نہیں، غالب یہی ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے اس کے ساتھ بھی دیگر جھوٹے مدعیانِ نبوّت کا سا معاملہ کیا ہوگا یعنی اس کو قتل کروا دیا ہوگا۔

11۔اسحاق اخرس:

یہ شخص شمالی افریقہ کا رہنے والا تھا، اس نے اپنی جھوٹی نبوّت کی دوکان چمکانے سے قبل کتبہائے آسمانی کے علوم حاصل کئے اور مختلف زبانیں سیکھیں، شعبدہ بازیوں میں مہارت حاصل کی اور خلقِ خُدا کو گمراہ کرنے کے لئے اصفہان آ کر ایک مدرسہ قائم کیا، دس سال تک ایک تنگ و تاریک حجرے میں خلوت نشین رہا اور دس سال کے عرصے تک گونگا ہونا ظاہر کرتا رہا، دس سال کے بعد گویا ہوا اور مشہور کیا کہ خُدا نے گویائی کے ساتھ نبوّت بھی عطا کی ہے اور بے شمار لوگ اس کے دام فریب میں پھنس گئے، اس طرح اس نے اچھی خاصی قوت حاصل کر لی اور اس نے اپنے عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد لے کر بصرہ، عمان اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں دھاوا بول دیا۔

خلیفہ جعفر منصور کے لشکر سے اسحاق کے بڑے بڑے معرکے ہوئے، آخر کار خلیفہ کے لشکر فتحیاب ہوئے اور وہ مارا گیا۔

12۔حمدان بن اشعث قرمطی:

یہ شخص کوفہ کا رہنے والا تھا، ابتداءً زُہد و تقویٰ کی طرف مائل تھا، پھر فرقہ باطنیہ کے ایک فرد سے ملنے کے بعد نعمتِ ایمان سے محروم ہوا، اور الحاد و زندقہ کا سرغنہ بنا اور اس کے ماننے والے قرامطی یا قرامطہ کہلاتے ہیں۔ پہلے اس نے اپنے ماننے والوں پر پچاس

نمازیں فرض کیں پھر ان کی شکایت پر اس نے کم کر کے چار کر دیں۔ نئی اذان ایجاد کی، وحی کے نزول کا دعویٰ کیا اور اس نے روزے کم کر کے صرف دو کر دیئے۔ شراب حلال کر دی، غسلِ جنابت کا حکم ختم کر دیا، قبلہ کعبۃ اللہ کی بجائے بیت المقدس کو قرار دیا۔

ابتدائی صدیوں میں اسلام کو جن فتنوں کا سامنا کرنا پڑا اُن میں قرامطہ ایک بڑا فتنہ تھا، اس گروہ نے لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا، یہ لوگ کعبۃ اللہ کے انہدام کے درپے بھی ہوئے اور ابوطاہر قرمطی حجر اسود اُٹھا کر یمن لے گیا۔ بالآخر حمدان کو دین اسلام کے مقابلے میں نیا دین جاری کرنے اور شریعت محمدیہ ﷺ میں ترمیم و تنسیخ کرنے کے جرم میں حاکم کوفہ نے گرفتار کیا اور حاکم کی کنیز کے ذریعے فرار ہوا جسے اس کے ماننے والے معجزہ سمجھنے لگ گئے۔

حمدان کو گرفتاری کا خوف لاحق رہتا تھا اسی لئے شام کی طرف بھاگ گیا، کہا جاتا ہے کہ وہ علی بن محمد خارجی سے بھی ملا مگر ان میں اتفاق نہ ہوسکا، اور حمدان کا کیا ہوا اور کدھر گیا کچھ معلوم نہیں۔ بہرحال اس کے ماننے والوں نے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا اور اہلِ اسلام کو بے حد اذیتیں پہنچائیں۔

13۔علی بن محمد خارجی:

یہ رَے کے شہر کے مضافات میں پیدا ہوا، اس کا تعلق خوارج کے فرقہ ازراقہ سے تھا، اور شروع میں خلیفہ کے حاشیہ نشینوں کی توصیف میں قصیدے لکھ کر انعام حاصل کرتا، اس طرح امراء سے اس کا تعلق اور اثر و رسوخ بڑھنے لگا، پھر بغداد سے بحرین چلا گیا، حالات سازگار دیکھ کر نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور کئی قبائل اس کے مطیع ہو گئے، پانچ سال بحرین میں قیام کے بعد کہنے لگا کہ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ میں بصرہ جا کر لوگوں کو اللہ کا راستہ دکھاؤں، چنانچہ اپنے چند معتقدین کے ساتھ بصرہ گیا، حاکم بصرہ نے اس کی سرگرمیاں دیکھ کر اسے گرفتار کرنا چاہا تو وہاں سے فرار ہو کر بغداد آ گیا اور اس کی بیوی، بیٹا

اور کچھ ساتھی گرفتار ہو گئے۔ بغداد میں رہ کر اس نے اپنے مشن کو جاری رکھا۔ بصرہ میں ایک بغاوت ہوئی جس میں قید خانہ کا دروازہ توڑ کر قیدیوں کا رہا کر دیا گیا تھا اور حاکم بصرہ کو لوگوں نے بصرہ سے نکال دیا تھا، یہ خبر پا کر علی بن محمد خارجی نے بصرہ کا رُخ کیا، وہاں ایک سازش کے تحت بڑی مکاری سے زنگی غلاموں کی ہمدردیاں حاصل کر کے ایک لشکر تیار کر لیا اور دجلہ، ایلہ اور قادسیہ وغیرہ میں لوٹ مار شروع کر دی، پھر خلیفہ نے اس جھوٹے مُدعی نبوّت کی سرکوبی کے لئے نو سال تک مسلسل متعدد لشکر بھیجے جو سب کے سب ناکام ہوئے، آخر کار ایک فیصلہ کن جنگ کا منصوبہ تیار کیا گیا اور خلیفہ نے اپنے بھتیجے ابو العباس کو زنگیوں کے مقابلے میں ایک عظیم لشکر دے کر روانہ کیا اور ابو العباس اور اس کے والد موفق نے علی بن محمد خارجی کے لشکر کو متعدد معرکوں میں شکست دی اور آخر میں ایک طویل محاصرے کے بعد 27 محرم الحرام 270ھ کو اُسے شکست فاش ہوئی، اس کے بڑے بڑے سردار گرفتار ہوئے، اور وہ خود اپنے چند افسروں کے ساتھ شہر سیستان کی طرف بھاگا، اسلامی لشکر نے اس کا تعاقب کیا اور معمولی سی جھڑپ کے بعد جھوٹا مُدعی نبوّت علی بن محمد خارجی قتل ہوا، اس طرح زنگیوں کا یہ خانہ ساز نبی چودہ برس چار ماہ برسرِ پیکار رہ کر یکم صفر 270ھ کو اپنے انجام کو پہنچا۔

14۔ حامیم یا عامیم بن من اللہ:

اس نے سرزمین ریف (واقع ملک مغرب) میں نبوّت کا دعویٰ کیا اور فریب کا ایسا جال بچھایا کہ ہزاروں سیدھے سادھے بربری اس کے دام میں آ گئے۔ شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے مقابلے میں اس نے خانہ ساز شریعت گھڑی جیسے صرف دو نمازیں پڑھنے کا حکم، رمضان کی روزوں کی جگہ آخری عشرہ کے تین، شوال کے دو اور ہر بدھ اور جمعرات کو دو پہر بارہ بجے تک کا روزہ، حج و زکوٰۃ کا حکم ساقط، نماز سے قبل وضو کی شرط کا سقوط اور خنزیر کو حلال کرنا وغیرہ اور یہ 319ھ میں ایک جنگ میں واصلِ جہنم ہوا۔

15۔ علی بن فضل یمنی:

یہ شخص یمن کے علاقے صنعاء کا رہنے والا تھا اور اس کا تعلق اسماعیلیہ فرقے سے تھا، پھر اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، ایک عرصے تک اپنی جھوٹی نبوّت کی دعوت دینے میں مشغول رہا، جب کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو شعبدے بازی کا سہارا لیا، اور اس نے متعدد حرام چیزوں کو حلال کر دیا، جیسے شراب اور سگی بیٹیوں سے نکاح کرنا وغیرہ۔ اور اسے ناموسِ رسالت کے پاسبانوں نے 303ھ میں زہر دے کر ہلاک کیا اور اس کا فتنہ اُنیس سال تک جاری رہا۔

16۔ عبدالعزیز باسدی:

اس نے 332ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ شخص انتہائی مکار اور شعبدے باز تھا اور اسی سے اس نے ہزاروں مسلمانوں کو کفر و الحاد کی راہ پر لگا دیا اور علمائے حقّہ نے اپنے وعظ و نصیحت سے سینکڑوں کے ایمانوں کو بچایا اور شقاوت جن کا مقدر تھی وہ نہ مانے، قادیانیوں کی طرح علماءِ اسلام کو گالیاں دینے اور ان کو ایذاء پہنچانے کے در پے ہوئے، اور ہزاروں مسلمان اس کے ظلم کا شکار ہوئے کہ جن کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

یہ چونکہ ایک بلند پہاڑ پر ایک قلعہ میں رہتا تھا، لشکرِ اسلام نے اس کا محاصرہ کیا، کچھ وقت کے بعد جب اشیاءِ خور و نوش ختم ہونے لگیں اس کے فوجیوں کی حالت خراب ہونے لگی تو اسلامی سپاہیوں نے پہاڑ پر چڑھ کر حملہ کر دیا، جس میں اس کے اکثر فوجی مارے گئے اور خود بھی جہنم واصل ہوا۔

17۔ ابو القاسم احمد بن قسی:

یہ شخص شروع میں جمہور مسلمین کے طریقے پر تھا پھر اغوائے شیطان سے نام نہاد خود ساختہ مُفکّرین کی طرح آیات قرآنی میں عجیب عجیب تاویلات کرنے لگا پھر مُلحدین کی طرح نُصوصِ قرآنی کو اپنی نفسانی و شیطانی خواہشات کی برآری کے لئے غلط و فاسد مفہوم کا جامہ

پہنانا شروع کر دیا، ایسا کرتے کرتے اس نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا اور اسے بھی عقیدت مندی کے لئے ہزاروں احمق مل گئے، شاہِ مراکش علی بن یوسف تاشفین کو اس دعوے کا علم ہوا تو اسے بلا کر پوچھا اور اس نے جھوٹ بول کر بادشاہ کو مطمئن کر دیا، پھر شیلہ کے ایک گاؤں کی مسجد میں بیٹھ گیا اور اپنے خود ساختہ دین کا پرچار کرنے میں لگ گیا، جب ماننے والوں کی تعداد بڑھی تو ارد گرد کے کئی علاقوں پر قابض ہو گیا، اسی اثناء میں وزیر نامی ایک فوجی سردار اس سے باغی ہو گیا، اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس کو چھوڑنے لگے، اور اس کے قتل کے درپے ہو گئے، انہی ایام میں مراکش کی حکومت عبدالمؤمن کے ہاتھ آئی تو یہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچا، تو اس نے کہا کہ سُنا ہے کہ تو نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے، تو اس نے جواب دیا کہ جس طرح ایک صبح صادق ہوتی ہے اور کاذب ہوتی ہے، اسی طرح نبوّت بھی دو طرح کی ہوتی ہے یعنی صادق اور کاذب، میں نبی ہوں مگر کاذب (جھوٹا) ہوں۔ امام ذہبی کے مطابق عبدالمؤمن نے اُسے قید کر دیا اور اس کی موت 550ھ کے بعد کسی وقت واقع ہوئی۔

18۔ ابوالطیب احمد بن حسین متنبّی:

متنبّی کی پیدائش چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں کوفہ کے محلّہ کندہ میں ہوئی، آغاز جوانی میں شام کا سفر اختیار کیا، فنونِ ادب میں مشغول رہ کر کمال حاصل کیا، لغاتِ عرب میں غیر معمولی عبور حاصل کیا، یہ شخص شعر وسخن میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا چنانچہ اس کی فصاحت وبلاغت اور اس پر لوگوں کی تعریف نے اسے دعویٔ نبوّت کے لئے اُکسایا اور اس نے نبوّت کا دعویٰ کر دیا۔

نبوّت کے جھوٹے دعویداروں میں بہت کم ایسے گزرے ہیں کہ جنہیں مرنے سے قبل توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہو، مُلکِ شام میں جب متنبّی نے نبوّت کا دعویٰ کیا تو کثیر لوگ اس کا کلمہ پڑھنے لگے، اسے دیکھ کر حاکم حمص نے اسے بڑی رازداری اور عقلمندی کے ساتھ گرفتار کر لیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ ایک عرصے تک قید وبند کی صعوبتیں جھیلتا رہا، ایک بار

حاکم نے اسے کہا کہ تو اگر اپنے دعوے سے توبہ کر لے تو میں تجھے رہا کر دوں گا، تو یہ نادم ہوا اور توبہ ورجوع کے لئے ایک دستاویز تحریر کی جس میں اپنی توبہ کا اعلان کیا اور از سرِ نو اسلام لایا، توبہ کے بعد اس نے اقرار کیا کہ وحی کا ایک لفظ بھی مجھ پر نازل نہیں ہوا تھا، لوگوں کو گرویدہ بنانے کے لئے خود ہی کلام گھڑتا تھا، چنانچہ اس نے اپنے بنائے ہوئے کلام کو جسے وحی بتاتا تھا خود ہی تلف کر دیا۔

19۔ عبدالحق بن سبعین مرسی:

اس کا پورا نام قطب الدین ابومحمد عبدالحق بن ابراہیم بن محمد بن نصر بن محمد سبعین تھا اور مراکش کے شہر مرسیہ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس کا کہنا تھا امرِ نبوت میں بڑی وسعت اور گنجائش تھی اور حضور ﷺ کے لئے کہتا کہ انہوں نے ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کہہ کر اس میں تنگی پیدا کر دی۔ اس کلمہ کی بنا پر وہ مغرب سے نکالا گیا، یہ اسی ایک کلمہ کی وجہ سے ملّت اسلام سے خارج ہو گیا حالانکہ ربّ العالمین کی ذات کے متعلق اس کے جو خیالات ونظریات تھے وہ کفر میں اس سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ اس نے فصد کھلوائی، خون بند نہ ہو سکا، اسی میں مر گیا۔

20۔ بایزید روشن جالندھری:

یہ شخص بایزید ابن عبداللہ انصاری 931ھ کو جالندھر مشرقی پنجاب میں پیدا ہوا، عالم تھا حقائق ومعارف بیان کر کے لوگوں کے دلوں پر اپنے علم وکمال کا سکہ جماتا تھا۔ ابتداء میں ذکر وفکر میں مشغول رہتا، تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی گزارتا، اس کے رشتہ داروں میں خواجہ اسماعیل نامی بزرگ تھے، بایزید ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونا چاہا اور کسی کے روکنے ٹوکنے پر (کہ تم اپنے عزیزوں میں ہی ایک غیر معروف شخص کے ہاتھ بیعت کرتے ہو) اس نے بیعت نہ کی، اور جب کوئی شخص طاعت وعبادت، زُہد وتقویٰ کی راہ اختیار کرتا ہے تو ابلیس اس کی طرف سے خاصا فکرمند ہو جاتا ہے اور اُسے گمراہ کرنے اور راہِ راست

سے ہٹانے کے لئے اپنی سعی تیز کردیتا ہے، اس کے بے شمار مکر و فریب ہیں، اہلِ علم اور اہلِ زُہد پر اُن کے من بھائے طریقے سے وار کرتا ہے، ایسی حالت میں کسی مُرشِد کامل کا سایہ سر پر نہ ہو تو وہ عابد کو اغوا کرکے اسفل السافلین میں جا گراتا ہے۔

بایزید پر بھی شیطان کا ایسا وار ہوا کہ یہ بُری طرح بہک گیا اور آخر کار اپنے آپ کو نبی کہنے لگا، اس نے ایک کتاب ''خیر البیان'' کے نام سے چار زبانوں (عربی، فارسی، ہندی اور پشتو) میں لکھی اور اُسے یہ کلام الٰہی کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرتا۔ اس کا باپ راسخ العقیدہ مسلمان تھا، بیٹے کی گمراہی پر غضبناک ہوا، غیرت وحمیت دینی سے مجبور ہو کر قتل کے ارادے سے بایزید پر چھری کے کئی وار کئے جس سے یہ بُری طرح زخمی ہوا، اپنا علاقہ چھوڑ کر ننگر ہار گیا وہاں علماء کو اس کا حال معلوم ہوا تو وہ اس کی مخالفت میں اُٹھ کھڑے ہوئے، وہاں سے پشاور چلا گیا وہاں مزاحمت کرنے والا کوئی نہ تھا، اس لئے اسے گمراہی پھیلانے کا بھرپور موقع میسر آیا اور اس نے اپنا تسلّط بھی جما لیا، وہاں سے ہشت نگر آیا، وہاں بھی اس کی اطاعت ہونے لگی، ایک عالم دین اخوند درویزہ سے بایزید کا مناظرہ ہوا اور یہ مغلوب بھی ہوا مگر اس کے عقیدت مند اتنے خوش اعتقاد اور طاقتور تھے کہ اس عالم دین کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

اس کا حال جب کابل کے گورنر محسن خان نے سُنا تو وہ بنفسِ نفیس ہشت نگر آیا اور اسے گرفتار کرکے لے گیا، ایک عرصہ تک قید میں رکھا پھر رہا کر دیا، یہ پھر ہشت نگر آیا اور اپنے لوگوں کو جمع کرنے لگا۔

سرحد کے عقیدت مندوں سے طاقت حاصل کرکے مغلیہ بادشاہ اکبر کا علی الاعلان حریف بن گیا اور لوگوں میں مغلیہ سلطنت کے خلاف اشتعال پیدا کرنے لگا، جب اس کی بغاوت حد سے بڑھی تو اکبر نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کیا جو اس کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس ہوا۔ اس سے اس کے عقیدت مندوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے اور

آخر کار اکبر نے اس کے خلاف فیصلہ کُن حملے کا ارادہ کیا جس کے لئے دو طرف سے حملے کا منصوبہ تیار ہوا، اکبر کا لشکر ایک طرف سے، دوسری طرف سے کابل کے صوبہ دار محسن کا لشکر حملہ آور ہوا تو اسے شکست فاش ہوئی، اس کے بہت سے فوجی مارے گئے اور خود فرار ہونے میں کامیاب ہوا، اور ہشت نگر کے دشوار گزار پہاڑوں پر اپنے کچھ لشکر سمیت پناہ گزیں ہوا اور ازسرِ نو لشکر ترتیب دینے میں مصروف ہوا مگر اب موت نے اُسے اس کی فرصت نہ دی اور افغانستان کے سلسلۂ کوہ بھیتر پور کی پہاڑیوں میں مرا اور وہیں دفن ہوا۔

اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد نے ایک عرصے تک مسلمانوں پر لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم رکھا، جہانگیر کے لشکروں سے اس کا ٹکراؤ ہوتا رہا، آخر کار شاہجہاں کے دَور میں اس کی اولاد مغلیہ سلطنت کی مطیع ہو گئی اور اس جھوٹی نبوت کے پیروکار بھی ختم ہو گئے۔

21۔ میر محمد حسین مشہدی:

یہ ایران کے شہر مشہد کا رہنے والا تھا، یہ علوم پر دسترس رکھتا تھا اور اسے کابل میں بڑی پذیرائی ملی، میر محمد خان نے اپنے لڑکوں کی تعلیم و تربیت اس کے سپرد کر دی اور اپنی لے پالک سے اس کا نکاح کر دیا، اس طرح امیر خان کے دربار میں اسے مزید تقرب حاصل ہو گیا، امیر خان کا لڑکا ہادی علی خان تو اس کا اتنا مطیع تھا کہ جیسے اس کا زرخرید غلام ہو۔

اور دونوں نے مل کر طے کیا وہ ایک نیا مذہب جدید قواعد پر ایجاد کریں گے اور نزول وحی کا دعویٰ کریں گے اور اپنے لئے ایسے مرتبے کو تجویز کیا جو نبوّت اور امامت کے درمیان ہو۔ طے شدہ منصوبے کے تحت میر محمد حسین نے فارسی میں ایک کتاب لکھی جسے الہامی کتاب کا درجہ دیا، اور اپنے ماننے والوں کا نام ''فربودی'' رکھا۔ نماز کی جگہ ہر روز تین بار اپنی زیارت کو فرض قرار دے دیا، لاہور میں اس کی تحریک کو پذیرائی نہ ملی تو دہلی آ گیا اور بڑی راز داری سے اپنا خود ساختہ دین پھیلانا شروع کیا اور اس کے عقیدت مندوں میں تقریباً ہر طبقہ کے لوگ شامل ہونے لگے اور اس کی جماعت کی تعداد میں روز بروز اضافہ

ہونے لگا۔

سلطان محمد شاہ کے وزیر محمد امین نے جب اس کے اقوال سُنے اور حرکتیں دیکھیں اور ایمان واسلام کی سربلندی کے لئے تڑپ رکھنے والے ہزاروں لاکھوں دلوں کا خون ہوتے دیکھا تو اسے گرفتار کر کے اس فتنے کو ختم کرنے کا ارادہ کیا، ادھر گرفتاری کا حکم دیا اور محمد امین خود بیمار ہو گیا اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہو گیا، اندھے عقیدت مندوں نے اسے اپنے جھوٹے نبی کی بددعا کا اثر سمجھ کر اپنی عقیدت کو مزید مضبوط کر لیا، محمد امین کے انتقال کے بعد تقریباً تین سال بعد یہ مردو بھی طبعی موت مر گیا، اس کے بعد اس کے بیٹا جانشین ہوا، اس کے اور میر ہادی علی خان جو اس سازش کی ابتداء سے شریک کار اور دولت کا حصہ دار تھا کے مابین دولت کی تقسیم پر اختلاف ہو گیا، اس نے دھمکی دے دی کہ مجھے اتنا ہی حصہ دیا جائے جتنا شروع سے طے تھا ورنہ میں تمہارے مذہب کی کتابوں اور تمہاری تحریک کا بھانڈا پھوڑ دوں گا۔

بالآخر جب اُسے دولت کا مطلوبہ حصہ نہ ملا تو اسے نے جشن کی تقریب کے موقع پر جب فربودی بکثرت جمع تھے، ایک تقریر کی جس میں میر محمد حسین مشہدی المعروف نمود کے دعویٰ نبوّت کی سازش کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا اور اپنی شرکت کا ماجرا اول تا آخر انہیں سُنا کر حیران کر دیا، اور اپنے مؤقف پر ثبوت دکھا کر دلائل دے کر اس فتنے کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

فتنۂ قادیانیت

غلامی ایک لعنت ہے، جس میں انگریز کے ہندوستان آ کر بڑی عیّاری و مکاری سے تسلّط حاصل کرنے لینے کے بعد سے ہندوستان کے مسلمان گرفتار تھے، پھر 1857ء سے لے کر 1947ء تک جس قسم کے کربناک حالات سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا اور جس

قسم کی ذلّت کی زندگی مسلمانوں نے بسر کی، اس کی کیا کیفیت تھی، یہ کوئی مخفی چیز نہیں۔ اس دَوران سب سے بڑی مصیبت جو ہمیں پیش آئی وہ یہ تھی کہ ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے اور اس کی بنیاد کو متزلزل کرنے کے لئے فرنگی سامراج نے کئی چالیں چلیں، اس نے ہمارے ایمان کی اساس کو کھوکھلا کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ نے علماء و مشائخِ ملّت کے ذریعے اس دشمن کی ہر سازش کا پردہ چاک کیا، ہمارے محسنین نے بروقت اہلِ اسلام کو آگاہ کیا اور باطل کے ہر فتنے کا ہر میدان میں مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا، ملّت کے ان خیرخواہوں کی کاوشوں سے ہمیں غلامی کی ذلّت سے نجات بھی ملی اور ہمارے ایمان بھی محفوظ رہے۔

ان فتنوں میں ایک بڑا فتنہ ''قادیانیت'' کے نام سے رونما ہوا جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی 1908ء) تھا جو 1839ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع گوادرسپور، قصبۂ قادیان میں پیدا ہوا، شروع شروع میں اس نے ایک مناظر اور مبلّغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، تقابلِ ادیان کا خوب مطالعہ کیا، خصوصاً عیسائیت، ساتن دھرم اور آریہ سماج کی کُتُب پر دسترس حاصل کی، اور یہ وہ دَور تھا کہ جس میں مناظروں کا بہت رواج تھا، عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور دینِ اسلام کی تردید کرتے۔ دوسری طرف آریہ سماج کے مبلّغ بھی اسلام کے خلاف سرگرم تھے اور جنگ آزادی (1857ء) کے بعد انگریزوں نے ہندوستانی عوام پر حکومت کرنے کے لئے جو پالیسی وضع کی اس کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے، مصنفہ سید محمد سلمان شاہ، ص 1)

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریز جب ہندوستان آیا تو اس نے اپنے اقتدار کے حصول اور اس کے طول کی غرض سے مختلف اوقات میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو خریدا جیسے بنگال میں حصولِ اقتدار کے لئے میر جعفر کو اور میسور کے شیر (ٹیپو سلطان) کی جدوجہد کو ناکام بنانے کے لئے میر صادق کو خریدا اور مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے

اور قتل وغارت کے ذریعے طاقت کو کمزور کرنے کے لئے اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلی کو چُنا، اور مسلمانانِ ہند کے دلوں سے انبیاء و اولیاء کی عقیدت اور محبت نکالنے کے لئے رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہم پر ہاتھ رکھا، اور اہلِ اسلام کے قلوب سے عقیدۂ آخرت کو نکالنے اور اُن کی زندگی کو بے مقصد ثابت کرنے کے لئے سرسید احمد خان سے کام لیا، اور مسلمانانِ ہند کے جذبۂ جہاد سے تنگ آکر اس کی منسوخی کو ثابت کرنے کے لئے غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی نام نہاد اہلحدیث کو منتخب کیا (۳)

غرض یہ کہ مسلمانوں کو ٹکڑوں، حصوں، جماعتوں میں تقسیم کرنا، اُن کے عقائد برباد کرنا، ان کی طاقت ختم کرنا، انگریز کا اولین مقصد رہا، اس مقصد کے لئے جہاں اس نے دیگر افراد کو منتخب کیا، مرزا غلام احمد قادیانی سے بھی معاہدہ کیا چنانچہ محمد سلطان شاہ لکھتے ہیں: ''1880ء سے قبل مرزا صاحب اور انگریزوں کا معاہدہ ہو چکا تھا اور ان سے حواری نبی کا دعویٰ کرانے کے معاملات طے ہو چکے تھے، مرزا صاحب نے نبوت تک پہنچنے کے لئے جو سیڑھی استعمال کی ''مامور من اللہ'' ہونا اس کا پہلا زینہ تھا''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے، ص7)

اور مرزا نے اپنی کتاب ''تبلیغ رسالت'' (جلد ہفتم، ص19) میں اس کا خود اقرار کیا کہ ''انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں'' اور اس نے یہ بھی لکھا کہ ''میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ ایران میں، نہ کابل میں مگر اس (انگریزی) گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے دعا کرتا ہوں''۔ (تبلیغ رسالت، جلد ششم، ص49)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس گروہ کو انگریز نے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے اور اپنے مفادات حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا، یہ انگریز کی پیداوار ہے۔

۳۔ جیسا کہ موصوف نے جہاد کی منسوخی پر ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' کے نام سے کتاب لکھی پھر اس کے تراجم اردو، انگریزی میں ہوئے اور انگریز حکومت کی طرف سے اسے جاگیریں ملیں۔ دیکھئے حواشی تخلیق پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار، ص50

ایسے ماحول میں مرزا نے ایک کتاب دوسرے مذاہب کی تردید میں لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ اس نے 1879ء میں ''براہین احمدیہ'' لکھنا شروع کی، اور اس کتاب کی اشاعت کے ساتھ اس نے ایک اعلان بڑی تعداد میں اردو اور انگریزی میں شائع کر کے سلاطین وزراء، پادری اور پنڈتوں کے پاس بھیجا جس میں اس نے اپنے ''مامور من اللہ'' ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ ''مامور من اللہ'' نہیں تھا بلکہ ''مامور من الشیطان'' اور ''مامور من الفرنگ'' تھا۔ اس کتاب نے ایک طرف دور اندیش علماء کے اذہان میں شکوک پیدا کر دیئے، دوسری طرف اس کتاب کو شہرت ملی چنانچہ اس کے اپنے بیٹے مرزا بشیر احمد کا بیان ہے: ''براہین کی تصنیف سے پہلے حضرت مسیح موعود ایک گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے...... دراصل ''براہین احمدیہ'' کے اشتہار سے ہی سب سے پہلے آپ کو ملک کے سامنے کھڑا کیا اور اس طرح علم دوست اور مذہبی اُمور سے لگاؤ رکھنے والے طبقہ میں آپ کا انٹروڈکشن ہوا''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے، ص6)

مرزا اپنے قول کے مطابق کیا ہے؟

مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنے اقوال اور فتاویٰ کی زد سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس کے لئے ہم پہلے اس کے دعویٰ نبوّت و رسالت کا ذکر کریں گے پھر ایسا دعویٰ کرنے والے کے لئے مرزا کا اپنا فیصلہ اور فتویٰ ذکر کریں گے تا کہ کسی کو حق ماننے اور تسلیم کرنے میں ذرا برابر بھی تامل نہ رہے۔

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوّت و رسالت:

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''سچا خُدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا''۔

بحوالہ دافع البلاء، ص230

اس کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ ''خُدا تعالیٰ جب تک طاعون دنیا میں

رہے گوستر برس رہے قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے''۔ بحوالہ دافع البلاء، ص21

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''میں اس خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا اور اُسی نے میرا نام ''نبی'' رکھا ہے''۔ تتمہ حقیقۃ الوحی، ص68

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''خُدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت ﷺ کے اضافۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا''۔ بحوالہ حقیقۃ الوحی، ص184 (مرزا قادیانی کی حقیقت، ص8)

اب جب کہ آپ نے پڑھ لیا کہ اُس نے نبوّت و رسالت کا دعویٰ کیا اور صراحۃً اپنے آپ کو نبی و رسول بتایا ہے تو دیکھئے کہ نبوّت و رسالت کا دعویٰ کرنے والے کے لئے مرزا قادیانی خود کیا فیصلہ دیتا ہے گویا اپنے بارے میں اس کے اپنے فتاویٰ پڑھئے:

حضور ﷺ کے بعد نبی ماننے والا شرارتی اور گستاخ ہے:

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''ختم نبوّت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' میں نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً (جان بوجھ کر) چھوڑ دیا جائے اور ''خاتم الانبیاء'' کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلۂ وحی نبوت کو جاری کر دیا جائے''۔ بحوالہ ایام الصلح، ص152، سطر 9 تا 14، مصنفہ مرزا قادیانی (مرزا قادیانی کی حقیقت، ص8۔9، مصنفہ محمد ضیاء اللہ قادری اشرفی)

مرزا غلام احمد قادیانی:

لہٰذا اس کے ساتھ یہ سلوک امتیازی نہیں جیسا کہ آپ نے دیکھا اور اس پر تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی شخص نے جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کیا تو اُمّت مسلمہ نے اس کے ساتھ

یہی سلوک کیا کہ انہیں کافر جانا اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اقتدار بخشا ہے، انہوں نے ان سے جنگ کی اور اس فتنے کے خاتمے کے لئے بھرپور کوشش کی، خود نبی اکرم ﷺ کی ظاہری حیات میں بھی جن کی طرف سے یہ دعویٰ ہوا اُن کو اس ملّت سے شمار نہیں کیا گیا بلکہ اُن کے خلاف جہاد کا حکم ہوا اسی طرح دَورِ صحابہ خصوصاً خلافت راشدہ علی التخصیص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دَور کو ملاحظہ کیجئے کہ ایسوں کے بارے میں اُن کی رائے کیا تھی اور اُن کے خلاف کیا کیا عملی اقدام اٹھائے گئے اور بعد میں رونما ہونے والے ایسے فتنوں کو نابود کرنے کے لئے حُکّام اسلامی نے کیا کچھ کیا۔ کوئی دوسروں کو تو یہ الزام دے سکتا ہے کہ انہوں نے اِن لوگوں کے خلاف عملی قدم اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے اُٹھایا ہوگا مگر حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان، پھر ان میں سید الصحابہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا تو دُور کی بات ہے اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا اور پھر نبی ﷺ کے اقدامات کے بارے میں کیا کہیں گے، کیا کوئی مسلمان آپ ﷺ کے بارے میں اپنے دل میں اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ، خفیف سے خفیف تر شبہ بھی لا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ جب یہ بات ہے تو ماننا پڑے گا کہ اسلام کا اپنے پیروکاروں کو یہی حکم ہے کہ جب بھی کوئی جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کرے تو اُسے اسلام سے خارج سمجھیں، مرتد جانیں اور اہل اقتدار پر فرض ہے کہ انہیں بزور طاقت نیست و نابود کر دیں، ہمارے علماء نے یہی کیا، ہمارے مشائخ نے وہی کیا جو حکم تھا، ہماری سمجھ دار عوام نے وہی کیا جو ان کے دین کی ہدایات تھیں تو کیا غلط کیا ہرگز نہیں، باقی رہا بزورِ طاقت ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا وہ نہ ہو سکا، اس لئے کہ اقتدار اُن کے ہاتھ میں نہیں تھا اس معاملے میں اگر کوتاہی کی یا کرتے رہے ہیں وہ ہمارا حکمران طبقہ ہے، اُن پر جو فرض تھا وہ اُن سے ادا نہ ہوا، اس کی بھی وجوہات تھیں اور ہیں، وقت اور حالات اجازت نہیں دیتے کہ اس مقام پر اُن پر کلام ہو۔ یہاں تو صرف بتانا یہ تھا کہ قادیانیوں کو کافر قرار دینا مسلمان نہ سمجھنا، ملّتِ اسلامیہ سے خارج جاننا صرف ان کے

ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر جھوٹے مُدّعی نبوّت اور اس کے پیروکاروں کے لئے اسلام کا یہی حکم ہے، ان کے لئے علماء و مشائخ اسلام کا یہی فیصلہ ہے، فقہاء کرام کا یہی فتویٰ ہے، اہلِ اسلام کا یہی طرزِ عمل ہے، ہاں جن کے ایمان ضعیف ہو گئے یا جو لوگ غیر کے ہاتھ بِک کر اسلام سے غداری کے مرتکب ہوئے وہ ان جھوٹے مُدعیانِ نبوّت اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں ضرور نرم گوشہ رکھتے ہوں گے۔

یہ تو وہ لوگ تھے جن کا دعویٰ نبوّت شہرت کی حد کو پہنچا اس کے علاوہ بعض ایسے بھی ہوئے جن سے یہ جھوٹا دعویٰ صادر ہوا مگر وہ دوامِ شہرت حاصل نہ کر سکا پھر اس کی کئی وجوہات تھیں کہ ان کو اہلِ اسلام کی طرف سے عدمِ قبولیت کا ڈر تھا یا حُکّام وقت کا خوف دامن گیر ہوا تو انہوں نے دعویٰ تو کیا مگر اس کے لئے بہت زیادہ کوشش نہ کی اور اس دعویٰ پر زور دینے کی بجائے خلاف اسلام دیگر اعتقادات و معمولات کے ذریعے اُمّتِ مُسلمہ کو گمراہ کرنے کے درپے ہوئے ان میں سے ایک ابن عبدالوہاب نجدی بانی فرقہ وہابیہ بھی ہے۔ چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ جن کی بزرگی اور علم کے غیر بھی معترف ہیں جو اسلام کے ایک جانباز سپاہی، ناموسِ رسالت ﷺ کے پاسبان اور صاحبِ کرامات تھے، آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''سیف چشتیائی'' میں ''سنن ابی داوٗد''، ''ترمذی'' کی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث لکھی کہ جس میں تیس جھوٹے مُدعیانِ نبوّت کا تذکرہ ہے، پھر اثرِ عمر رضی اللہ عنہ کہ جس میں قادیانی اور ان کے متّبعین کی طرف اشارہ ہے، ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: پس اگر ان پیشین گوئیوں کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جاوے۔ تو مسیلمہ کذّاب، اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور (بانی وہابیت) محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نبی سمجھا۔ (سیفِ چشتیائی، مصنفہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ص 97-98)

اور پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو جھوٹے مُدعیانِ نبوّت میں

شمار کیا جیسا کہ آپ کی عبارت سے واضح ہے، اور ''سیف چشتیائی'' کی مذکورہ بالا عبارت کے تحت صمد غازی لکھتے ہیں: ''اس میں فرقہ باغیہ کے حالات پر روشنی ڈالی گئی اور اس سرکش جماعت کے سرکردہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے مسلم آزار کارنامے درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس باغی فرقہ نے حرمین شریفین، ان کے زائرین اور روضہ ہائے مقدسہ پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں مولوی محمد حیدر اللہ خان صاحب درّانی المجد دی النقشبندی اپنی کتاب ''درّۃ الدرانی'' میں لکھتے ہیں: ''مؤرّخ ملطیر ون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ ایک ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور علی الخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا، اُس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اُس کے بدن سے جُدا ہو کر زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اُس کے سامنے آتا ہے اُس کو جلا دیتا ہے، یہ خواب اس نے معبّرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے، انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اُس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پاوے گا، آخر اُس خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب کے وجود سے ہو گیا، جو 1111ھ میں متولّد ہوا اور بعد از ہزار خرابی 1207ھ میں فوت ہو گیا یعنی اس نے چھیانوے سال کی عمر پائی، اور ابتداءً اُس نے شیخ محمد سلیمان کُردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا، لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نورِ فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبدالوہاب) مُلحِد ہو گا اور بظاہر اس کا شُغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر (جھوٹے مُدعیانِ نبوّت) مُسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اُس سے قبل نبوّت کے دعوے کیے، اور خدا کی قدرت ہے کہ اُس کو پورے طور سے کسی علم و فن میں دستگاہ ہی نہ ہوئی اور اسی واسطے علماءِ وقت کی ردّ و قدح نے اس کو جواب دینے کی قدرت نہ دی، جب کہ 1143ھ میں اس نے علماءِ مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا

چاہا۔ ملطبرون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہے اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اوّل اُس نے اپنے کو قریش اور نبی ﷺ کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اُس کا نام بھی رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کی مثل ''محمد'' ہے، گویا آنحضرت ﷺ کے ہم نام ہونے کا شرف رکھتا ہے پھر اس نے چند اُصولی عقائد مرتّب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے۔ نہ اُن فروعات کی جو اس سے مستنبط ہیں اور محمد اگرچہ اللہ کا رسول اور دوست ہے لیکن اُن کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں، کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایان ہے لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیلِ شرک ہے، اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا، لہٰذا اُس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں اُن کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں، پس جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اس کا قتل بلاشبہ واجب ہے۔

پھر مورّخ ملطبرون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبدالوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا، اور چند لوگ اس کے مُقلّد ہو گئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا، لیکن وہاں اُس کی کچھ نہ بن آئی، اور آخر کار تین برس کے بعد بلادِ عرب کی طرف واپس آیا، اور مدینہ منورہ میں 1143ھ میں گیا لیکن وہاں کے علماء نے اُس وقت اُس کی خبر لی، بالآخر 1150ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں میں اس کا فسون اثر کر گیا، اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن سعود مسمّٰی بہ اسم محمد جو قبیلۂ نجد کا ایک مشہور پیرزادہ تھا اور جس کے عرب کے کئی قبائل اُس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے، اُس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت عاملانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے اور اُس نے اُس مشہور خواب کے لحاظ سے غالباً محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائے گا اور اس کے مذہب کی تائید سے اس کا دِلی ارادہ پورا ہو نکلے گا۔ اُس نے محمد بن عبدالوہاب کا مذہب قبول کر لیا اور اُس کے سارے مرید آبائی بھی

اس کے ساتھ ہو لئے اور اُس نے مذہبِ وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف واکناف کے اعراب اور بدوی سب کے سب اس کے مطیع ہو گئے، حتیٰ کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہو گئی، اور محمد بن عبدالوہاب ان کا امام قرار پایا اور ابن سعود اس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا، اور مدینہ ورعیہ انہوں نے اپنا دارالسلطنت معین کیا اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتّب کر کے اپنے ملک و دولت کی توسیع میں ساعی ہوا، مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب کامل نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ابن سعود کا بیٹا عبدالعزیز اُس کا جانشین ہوا، جو کہ شجاعت اور ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا، اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتقاد و قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزورِ شمشیر شروع کر دی۔ الخ'' (حاشیہ سیف چشتیائی، ص98 الف)

اور بعض نے ایسی باتیں ان کے اپنوں کی زبانی منقول ہیں جو دعویٰ نبوّت کے مترادف نہیں تو اس دعویٰ کی تمنّا کا اظہار تو بہر صورت ہیں جیسے دیوبند کے مشہور عالم مولوی اشرف علی تھانوی کے ایک مرید کا خواب اور بیداری میں موصوف پر کلمہ پڑھنا یعنی ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی جگہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اشرف علی رسول اللّٰہ'' کہنا اور مولوی صااب کی طرف سے اُسے توبہ و استغفار کی تلقین کرنے کی بجائے ایسی بات کہنا جس سے ہزار تاویل سے بھی توبہ کا مفہوم اخذ کرنا ممکن نہیں۔ تو یہ اپنے مرید کی طرف سے اپنے کلمہ پڑھنے پر رضا کے سوا کچھ نہیں اور بعض کی طرف سے ایسی عبادات منقول ہیں جو انکارِ ختم نبوت کے لئے دروازہ کھولنے کے مترادف ہیں جیسے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی ''تحذیر الناس'' کی عبارت کہ مرزا بشیر قادیانی نے بھی جس کا حوالہ دیا اور جس کے بارے میں مولوی محمد قاسم نانوتوی کے بہی خواہ نے کہا کہ ''بیج بویا علماء نے جب تنا آور درخت ہو گیا تو اس کا پھل کھایا مرزا غلام احمد قادیانی نے''۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو کس نے نبی بنایا؟

اس کے دعویٰ نبوّت کے بہت سے عوامل ہوں گے بہت سی وجوہات ہوں گی لیکن

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اُسے اس دعویٰ کے لئے تیار کرنے والی قوتوں میں سرفہرست انگریز ہے، پھر مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی حیدر علی رامپوری، بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی وغیرہما ہیں اور وہابیہ کا وہ گروہ جسے غیر مقلّد کہا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ ہے۔

1۔ تاریخ بتاتی ہے کہ غلام احمد قادیانی کو مالیخولیا کا عارضہ لاحق تھا، جس کی وجہ سے اس کا دماغی توازن درست نہ تھا، غربت کی زندگی بھی تھی، اس لئے انگریزوں نے آسانی کے ساتھ اسے نبی بنا کر ملّت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا تاکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف کام لیا جاسکے اور 1857ء کی جنگ آزادی کو ناکام بنانے کے ساتھ ساتھ جہاد کو بھی منسوخ کیا جاسکے، چنانچہ انگریز کو اس میں کافی کامیابی ہوئی۔

ایک انگریز Dr-Gabencaln اپنی کتاب ''انڈیا'' (India) میں لکھتا ہے کہ ہم نے جھوٹے نبی کی تلاش میں ہندوستان کی گلی گلی، گاؤں گاؤں اور شہر شہر چھان بین کی لیکن کسی کو اس پر آمادہ نہیں پایا، البتہ ملّت فروش، وطن کے غدّار اور ضمیر فروش لوگ بہت ملے، بالآخر مرزا غلام احمد قادیانی اس کام کے لئے تیار ہوگیا، جب یہ اول مرتبہ ہمارے بڑے کمانڈر کے سامنے حاضر ہوا تو اس کی مکروہ شکل دیکھ کر ہمارے کمانڈر نے منہ پھیر لیا، کیونکہ اس کی شکل بگڑی ہوئی تھی، بال بکھرے ہوئے تھے، ناخن لمبے لمبے تھے، گردن ٹیڑھی تھی، گال پچکا ہوا تھا، پاؤں پھٹے ہوئے تھے اور بدصورتی اس پر ختم ہوگئی تھی، کمانڈر صاحب کہنے لگے اسے کون نبی تسلیم کرے گا، نبی تو حسین وجمیل ہوتے ہیں، چہرہ چمکتا ہوا ہوتا ہے، جنہیں دیکھ کر لوگ خوشی خوشی ایمان لے آتے ہیں، تاہم انگریزوں نے اسے (جھوٹی) نبوت کا تاج پہنا دیا۔

اس کے بعد مرزا نے انگریزوں اور برطانوی افسروں سے خفیہ ملاقاتیں شروع کیں ''سیرت مسیح موعود'' ص 15 کے مطابق برطانوی انٹیلی جنس سیالکوٹ کے مشن انچارج نے

مرزا سے کئی دفعہ ملاقاتیں کیں، اس کے بعد مرزا نے انگریزی ایماء پر 1880ء میں ''براہین احمدیہ'' نامی کتاب لکھنے کی ابتدا کی، اور سیالکوٹ کچہری میں ملازمت ترک کر کے کتابیں لکھنے اور الہامات بتانے میں مصروف ہوگیا''۔ بحوالہ کتاب ''اکسیر اعظم: 1/ 188، مصنّفہ محمد اعظم خان و ماہنامہ حق نوائے احتشام کراچی، مجریہ رجب المرجب 1427ھ/ اگست 2006ء، ص 37۔

2۔ اسماعیل دہلوی کا اپنی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں امکانِ نظیر نبی ﷺ کو تسلیم اور امتناع نظیر النبی ﷺ سے انکار کرنا پھر اس پر مولوی حیدر علی رامپوری کی تائیدات اور آخر میں سب سے بڑھ کر مولوی محمد قاسم نانوتوی کا اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں قرآن کریم کی آیت ﴿ وَ لٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ﴾ کی ایسی تشریح کرنا جو کسی جھوٹے نبی کے دعویٰ نبوت کے لئے دروازہ کھولنے کے مترادف تھی کہ جس کا ذکر مرزا بشیر احمد قادیانی نے بھی کیا بہر حال ان سب نے مرزائے قادیان کے جھوٹے دعوے کے لئے تعاون فراہم کیا اور راہ ہموار کی۔

چنانچہ حکیم محمود احمد برکاتی نے جعفر تھانیسری کی درجہ ذیل عبارت نقل کی: ''مولوی فضل حق معقولی خیرآبادی جو اس زمانے میں حاکم اعلیٰ شہر کے سرشتہ دار اور علم منطق کے پتلے اور افلاطون و بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے، مولانا شہید (یعنی اسماعیل دہلوی) کے سخت مخالف ہوگئے، چنانچہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے مسئلہ پر کہ ''اللہ ربّ العزت حضرت محمد ﷺ سا دوسرا پیدا کرنے پر ہرگز قادر نہیں''، اس کے جواب میں مولانا (اسماعیل) نے ایک فتویٰ بدلائل عقلی ونقلی مُدلّل لکھا ہے...... اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کس خوبی سے اُن مخالفوں کا منہ بند کیا ہے''۔ (سوانح احمدی، طبع کراچی 1968ء، ص 304)

حکیم صاحب نے اس کے تحت لکھا کہ: مخالفین کا منہ تو بند نہیں ہوا، دین میں جو فتنہ پیدا ہوگیا اور قلبِ امّت میں قادیانیت کا جو ناسور پیدا ہوگیا اس کا علاج نظر نہیں آتا۔

شاہ اسماعیل کی اس تحریر پر مولانا فضل حق نے اعتراض کیا تھا کہ نظیر نبی (ﷺ) کا امکان تسلیم کر لینے سے ختم نبوّت کا انکار لازم آتا ہے، مگر شاہ صاحب کو اپنی بات پر اصرار رہا، پھر اُن کی حمایت میں مولوی حیدر علی رامپوری نے اُن سے بھی بڑھ کر بات کہی کہ حضور اکرم (ﷺ) ممکن ہے ان (ہمارے) ارض وسماء کے ''خاتم النبیین'' ہوں اور وہ مفروض مثیل ''خاتم النبیین'' کسی دوسرے ارض وسما کا ''خاتم النبیین'' ہو۔ (صیانۃ الناس من وسوسۃ الخنّاس بحوالہ امتناع النظیر، ص156)۔ ان حضرات نے اثرِ ابن عباس سے استدلال کیا جو ایک موضوع روایت اور از قبیل اسرائیلیات ہے، اس روایت میں سات زمینوں کے وجود اور ان ساتوں زمینوں میں ہماری زمین کے انبیاء اور خاتم النبیین (علیہم الصلاۃ والسلام) کا طرف الگ الگ ہر زمین میں دوسرے انبیاء اور خاتم النبیین کا ذکر ہے، گویا اس طرح یہ حضرات امکانِ نظیر کے اثبات کی دُھن میں سات زمینوں کے سات خاتم النبیین ثابت کرنے پر تُل گئے اور اس طرح نادانستہ ہی انکارِ ختم نبوت کی راہ ہموار ہوئی، اور مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ نبوّت کا (۴) ادعا کرے (بانی دار العلوم دیو بند مولانا محمد

۴۔ حکیم صاحب کا یہ کہنا کہ نادانستہ انکارِ ختم کا ادّعا ہو گیا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ نادانستہ تو تب کیا جائے گا کہ بولنے والا بھول جائے، لکھنے والا لکھ دے اور اُسے خبر ہی نہ ہو کہ جو میں نے کہا یا لکھا اس سے یہ مُفسد لازم آتا ہے کہ انکارِ ختمِ نبوّت کا دروازہ کھل رہا ہے اور اس مسلّمہ قطعی اسلامی عقیدے سے سے انکار کی راہ پیدا ہو رہی ہے لیکن یہاں تو معاملہ کچھ اور ہی تھا، اسماعیل دہلوی اگر ''تقویۃ الایمان'' کی رسوائے زمانہ عبارت لکھی تو اُسے اس پر متنبہ کیا گیا، علامہ فضل حق خیر آبادی نے رہنمائی فرمائی تو اسے قبول نہ کیا بلکہ نزاع کی کیفیت پیدا کر دی یہاں تک کہ علامہ موصوف کو اس کے ردّ میں ایک مستقل رسالہ تحریر کرنا پڑا، پھر بھی نہ مانے اور ان کے بعد ان کے حواری اور متبعین جیسے مولوی حیدر علی رامپوری اور مولوی محمد قاسم نانوتوی تو اپنے خود ساختہ شہید کی حمایت میں اُن سے آگے بڑھ گئے کہ ایسی بات کہہ دی جسے قادیانی بھی بطور دلیل مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے لگ گئے، اب بتایئے کہ ایسے نادانستہ کیا جاتا ہے یا دانستہ، اسے بے ارادہ و بے قصد کہا جائے یا ارادۃً اور قصداً کہا جائے گا یقیناً یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین نے قصداً وارادۃً اور دانستہ طور پر ایسا کیا۔ المؤلّف

قاسم نانوتوی نے 1873ء میں رسالہ ''تحذیر الناس'' لکھا اور 1880ء میں مرزا نے اپنے مُلہم اور مجدّد ہونے کا دعویٰ کیا ہے) چنانچہ مرزا کے خلیفہ مرزا بشیر احمد نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رسالہ ''تحذیر الناس'' کی (جو اثرِ ابن عباس کی صحت کے حق میں ہے) ایک عبارت نقل کر کے لکھا ہے: ''اہلِ بصیرت کے نزدیک اس شہادت کو خاص وزن حاصل ہونا چاہیئے، یہ شہادت مدرسۃ العلوم دیو بند کے نامور بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی (ف1889ء) ہے''۔ (ختم نبوت کی حقیقت، ص154، طبع کراچی)

مختصر یہ کہ شاہ اسماعیل کے غیر محتاط اندازِ بیان اور ایک خاص گروہ (یعنی علماء دیو بند) کی طرف سے اِن کی بے جا اور ناحق حمایت نے ایک ایسے فتنے کو سر اُٹھانے اور پنپنے کا موقع دیا جو 95 سال سے اُمّت کے لئے دردِ سر بلکہ دردِ جگر بنا ہوا ہے، مولانا فضلِ حق کی فراست نے برمحل اس فتنے کا سدّ باب کرنا چاہا اور شاہ اسماعیل کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' پر تنقید کی۔ (مولانا فضل حق 1857ء، مصنّفہ حکیم محمود احمد برکاتی، ص112-113، برکات اکیڈمی، لیاقت آباد، کراچی)

علامہ سید محمد مدنی میاں جیلانی لکھتے ہیں: ''قرآن وحدیث میں آپ (ﷺ) کو جو ﴿خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ کہا گیا ہے، اس کا یہی مطلب ہے کہ آپ زمانہ کے لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ اب آپ کے عہد میں یا آپ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں پیدا کیا جائے گا، یہ وہ اسلامی عقیدہ ہے جو کتاب وسنت اور اجماع امت سب ہی سے ثابت ہے۔

ان حقائق کو ذہن نشین فرما کر آیئے اور عہد جدید کے ''قاسم العلوم والخیرات'' کی بھی مزاج پرسی کرتے چلئے، آپ بانی دار العلوم دیو بند ہیں، آپ نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں لفظ ﴿خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ میں تاویل فاسد کا سہارا لے کر غلام احمد قادیانی کے لئے دعویٔ نبوت کی راہ ہموار کرنے میں جو شاندار رول ادا کیا ہے، اس کے لئے ''امتِ قادیان'' آپ کی بجا طور پر شکر گزار ہے، بعض قادیانیوں کی تحریریں نظر سے گزری ہیں،

جس سے پتہ چلتا ہے کہ ''ختم نبوت'' کے باب میں قادیانیوں کا مؤقف بالکل وہی ہے، جو ''صاحب تحذیر الناس'' مولوی قاسم نانوتوی کا ہے...... اس کا اعتراف خود مولوی قاسم نانوتوی کے بعض بہی خواہوں نے بھی کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو اُٹھا لیجئے شبستان اردو ڈائجسٹ، نئی دہلی، نومبر 1974ء کو مولوی فارقلیط صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے یہ فقرے ملیں گے: ''بیج بویا علماء نے اور جب وہ تناور درخت ہو گیا تو اس کا پھل کھایا مرزا غلام احمد قادیانی نے''۔(۵) اپنے قلم سے اپنے قاسم العلوم کا یہ عقیدہ بتایا کہ: ''اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو پھر بھی ''ختمِ نبوت'' نہیں ٹوٹے گی''۔ علمائے دیوبند کو علمائے اہلسنّت کا نام دے کر یہ کہا ہے: ''علمائے اہلسنّت اور قادیانی ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں''۔ چلتے چلتے بارگاہِ خداوندی میں ان لفظوں میں دعا کی ہے کہ: ''جو فتنہ علماء دیوبند اور قادیانیوں نے برپا کیا ہے اس کا خاتمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو جائے''۔

فارقلیط صاحب نے ان باتوں کو اپنے گمنام دانشوروں کے طرف منسوب کیا ہے...... خیر...... یہ فارقلیط صاحب کی بولی ہو یا ان کے دانشوروں کی، مگر بات تو سچی ہی ہے۔ ہاں پہلے فقرے میں جس بیج کا ذکر ہے، فارقلیط صاحب کے دانشوروں کے خیال میں وہ ''نزولِ مسیح'' کا عقیدہ ہے...... حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ بیج ''تحذیر الناس'' کی عبارت ہے۔ جس کی روشنی میں مولوی قاسم نانوتوی کا یہ عقیدہ سامنے آتا ہے کہ ''اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو پھر بھی ختم نبوت نہیں ٹوٹے گی''۔ (نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس، مصنفہ علامہ سید محمد مدنی میاں جیلانی، ص48-49)

3۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو دعویٰ نبوت کے لئے تیار کرنے والوں میں حکیم نور الدین بھیروی (جو شاہ عبدالغنی کا شاگرد تھا بعد میں مرزا کا پہلا خلیفہ بنا) بھی تھا جو غیر

۵۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی الٰہ آبادی لکھتے ہیں: ''موجودہ دَور میں فتنوں نے جنم لیا ہے ان میں عظیم فتنہ نئی نبوت کا ہے، جس کا دروازہ دیوبند میں کُھلا اور ڈرامہ قادیان میں اسٹیج کیا گیا۔ عقائد اہلسنّت، ختم نبوّت، ص99۔ المؤلف

مُقلّد (اہلحدیث) تھا، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ حکیم نور الدین غیر مقلّد تھا اور حنفیوں اور غیر مُقلّدوں (اہلحدیثوں) میں لڑائی چلتی رہتی تھی اس نے کہا میں حنفیوں کو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ساری عمر روتے رہیں گے، چنانچہ اس نے مرزا غلام احمد کو ابھارا کہ آپ میں نبی بننے کی صفات پائی جاتی ہیں اس لئے نبی بن جاؤ، چنانچہ انگریز کی مدد اور نور الدین کی تائید سے (جھوٹا) نبی بن گیا، پھر مرزا (غلام احمد قادیانی) کو اسلم جے راج پوری غیر مقلّد (نام نہاد اہلحدیث) کی شاگردی کرنے کا موقع ملا۔ اسلم جے راج پوری بھوپال کا رہنے والا تھا اور جامعہ ملّیہ قرولی باغ میں اسلامیات کا پروفیسر تھا، اس کی تربیت سے مرزا کے اندر انکارِ حدیث کا مادہ علی وجہ الاتم پیدا ہوا، مرزا ویسے تو اَن پڑھ تھے لیکن انہیں اپنے مقصد کی اشاعت کے لئے ایسا بندہ مل گیا جو حد درجہ عیّار اور پڑھتے لکھتے تھے، اُن کا نام عامر احمد عثمانی ہے جس نے مرزا کے کفریہ عقائد ونظریات پر مشتمل ''فقہ القرآن'' نامی کتاب لکھی اور پرویز کی خوب خوب ترجمانی کی۔ ''بحوالہ اس دور کا عظیم فتنہ، ص54 و ماہنامہ نوائے احتشام کراچی، مجریہ رجب المرجب 1427ھ/ اگست 2006ء، ص37

جنگ آزادی 1857ء اور قادیانی خاندان:

جس طرح ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں (یعنی وہابیہ) نے تقریراً وتحریراً، قولاً وفعلاً ہر طرح انگریز کے خلاف جہاد کی مخالفت کی چنانچہ رئیس المبتدعین اسماعیل دہلوی اور اس کے پیر سید احمد رائے بریلی نے متعدد بار یہ فتویٰ دیا کہ ''سرکار انگریزی پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں''، ''بلکہ اگر اُن پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں، اس کی تفصیل کے لئے ''تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنّت کا کردار'' کا حاشیہ نمبر 14 ملاحظہ ہو۔ اور اس پر انہوں نے عمل بھی کر کے دکھایا کہ انگریزی سامراج سے نفرت اور اسلام سے محبت رکھنے والے غیور مسلمانوں کو صرف اس لئے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ان کے جان و مال کو مُباح سمجھا، کہ وہ اُن کی

طرح انگریز کے وفادار اور اہلِ اسلام کے غدار نہ تھے باغیرت نہ تھے بے غیرت نہ تھے، سچے مسلمان تھے منافق نہ تھے دین کے لئے کٹنا مرنا جانتے تھے، چند روپوں کی خاطر بکنا نہیں جانتے تھے، ان انگریز کے ایجنٹوں نے مسلمانوں کا جس قدر خون بہایا، ان کے مال و اسباب لوٹے، ان کی عزتوں کے ساتھ کھیلے، کُتُبِ تواریخ کے صفحات ان کے کالے کرتوتوں سے سیاہ ہیں، یہ لوگ جنگیں تو صرف سرحد کے مسلمانوں کے خلاف لڑے، تفصیل کے لئے ''تحریک حقائق بالاکوٹ'' کا مطالعہ کیجئے۔ خدا بُرا کرے ان مؤرّخوں کا جنہوں نے حقیقت کے خلاف لکھنا شروع کر دیا کہ ان لوگوں کا اصل مقصد انگریز کے خلاف جہاد تھا، لیکن ظاہر ہے کہ ایسے حضرات کا یہ بیان واقعات کے مطابق نہیں، نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے، ان کے ان بیّن جھوٹ کی تردید ''مقالات سرسید'' (حصہ نہم، ص207) میں بھی مذکور ہے۔

1857ء کے اس نازک دور میں جب نوابوں اور جاگیرداروں کی ایک بڑی تعداد اپنے مفاد کی خاطر انگریز کے خلاف کسی کاروائی کا حصہ بننے کو تیار نہ تھی، بعض تو انگریز کے مفاد کے لئے کام کر رہے تھے، قوم وملّت کا درد رکھنے والے عالم اسلام کے رہنما علماء و مشائخ اور ان کے ساتھیوں نے انگریزی جبر واستبداد سے نجات حاصل کرنے، قوم کو ان کے ظلم وستم سے بچانے، دینِ متین کی حمایت کے لئے قوم کو جمع کرنا اور اُن کے جذبۂ جہاد کو بیدار کرنا شروع کیا تو ان کے متبعین نے تقریراً تحریراً انگریز کے مفادات کو تقویت دینے کے لئے کام شروع کیا اور وقت آنے پر مسلمانوں کے خلاف انگریز کے ساتھ میدانِ عمل میں بھی کود پڑے۔ جیسے نام نہاد جماعت اہلحدیث کے سرغنہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے آقا کو خوش کرنے اور تحریکِ آزادی کو کمزور و ناکام بنانے کے لئے جہاد کی منسوخی پر ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر انعام و اکرام حاصل کیا، چنانچہ مورّخ پروفیسر محمد ایوب قادری ''تواریخ عجیب'' یعنی ''کالا پانی'' از منشی محمد جعفر تھانیسری (ص85-86) کے

حواشی میں لکھتے ہیں: ''جماعت اہلحدیث کے سرکردہ مولوی محمد حسین بٹالوی (1256ھ۔ 1328ھ) نے سرکار انگریزی سے موافقت اور وفاداری کا ثبوت اس طرح دیا کہ جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' تصنیف کیا''۔ مولوی مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں: ''اس کتاب پر مولوی محمد حسین بٹالوی انعام سے سرفراز ہوئے''۔ اور دوسری جگہ لکھا کہ: ''معتبر ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں سرکار انگریزی سے انہیں جاگیر ملی''۔
(حواشی کتاب علامہ فضل حق خیرآبادی، تصنیف سلمہ سہول، ص93)

اور کسی نے مسلمانوں کے ہمدردوں، اور قوم وملّت کے لئے سرفروشی کا جذبہ رکھنے والوں کی مخبری کر کے انہیں گرفتار یا شہید کروا کے قوم سے غداری اور انگریز سے وفاداری کے ثبوت پیش کئے، اور کوئی انگریز کو طاقت وقوت بہم پہنچانے کے لئے اس کی صفوں میں کھڑا ہوا، تو کوئی اُن کی طرفداری میں میدانِ جنگ میں اُترا۔ غرض یہ کہ کسی نے میر جعفر کا کردار ادا کیا تو کسی نے میر صادق کا، کوئی کُھل کر سامنے آیا تو کوئی در پردہ اور ان غداروں اور ضمیر فروشوں، دین وقوم کے دشمنوں میں سرفہرست مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کا نام ہے چنانچہ ڈاکٹر اسعد گیلانی نے ''انگریزوں کا وفادار خاندان'' کے عنوان تحت لکھا کہ ''مرزا صاحب کا خاندان انگریزی حکومت سے جو پنجاب میں نئی نئی قائم ہوئی بھی شروع سے وفادارانہ ومخلصانہ تعلق رکھتا تھا، اس خاندان کے متعدد افراد نے اس نئی حکومت کی ترقی اور استحکام میں جانبازی وجانثاری سے کام لیا تھا اور بعض نازک موقعوں پر اس کی مدد کی تھی''۔ (برصغیر میں بیداریٔ ملت کی تحریکیں، ص361)

محمد دین کلیم قادری ''جنگ آزادی 1857ء میں لاہور کا کردار'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ کتاب ''مرزائیت کا سیاسی محاسبہ'' میں لکھتے ہیں: ''1857ء کے وسط میں بغاوت کے شعلے بھڑک اُٹھے، قریب تھا کہ انگریزی راج اس بھٹی میں جل کر راکھ ہو جاتا، اندرونِ ملک کے بعض عناصر نے اس جلتی ہوئی آگ اپنے خون سے ٹھنڈا کرنے میں

انگریز قوم کا ساتھ دیا، ان میں پنجاب کا سکھ اور ضلع گورداس پور قصبہ قادیان کا ایک رئیس مرزا غلام مرتضیٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں‘‘۔ (ماہنامہ ترجمانِ اہلسنّت کراچی، جنگِ آزادی نمبر، مجریہ جمادی الأخری، رجب 1395ھ، جولائی 1975ء، ص130)

یہ تو محمد دین صاحب کی بات ہے آیئے اب مرزائے قادیان کی بھی سُنتے ہیں کہ وہ اپنے خاندان کے بارے میں کیا بتاتے ہیں، اپنے باپ، دادا کے کونسے کارنامے سُناتے ہیں، چنانچہ مرزا صاحب ’’کتاب البریہ‘‘ کے شروع میں ’’اشتہار واجب الاظہار‘‘ میں لکھتے ہیں: ’’میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے، میرا دادا (’’دادا‘‘ کی جگہ ترجمان اہلسنّت میں ’’والد‘‘ ہے) غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربارِ گورنری میں کرسی ملتی تھی، جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ ’’اشیانِ پنجاب‘‘ میں ہے اور 1857ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے، ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں، مجھے افسوس ہے کہ بہت سی اُن میں سے گُم ہوگئیں، مگر تین چٹھیات جو مدّت سے چھپ چکی ہیں، اُن کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں، پھر میرے دادا صاحب (ترجمانِ اہلسنّت میں ہے کہ میرے والد) کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدماتِ سرکاری میں مصروف رہا اور جب تمّوں کے گُزر پر (ترجمانِ اہلسنّت میں ہے ترمّوں کے پتّن پر) مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا‘‘۔ (برصغیر میں بیداری کی تحریکیں، ص359) (ماہنامہ ترجمانِ اہلسنّت کراچی، مجریہ جمادی الأخری، رجب المرجب 1395ھ/ جولائی 1975ء، ص131)

مرزا صاحب اگر خود ہی کہہ دیتے کہ میرا خاندان انگریزوں کا وفادار، اُن کا معاون و مددگار رہا، انگریزی استعمار کو مضبوط کرنے کے لئے اس خاندان نے یہ یہ کارنامے سرانجام دیئے تو اہلِ اسلام نے پھر بھی مان لیتا تھا کیونکہ مسلمان تو پہلے سے ہی یہ شور مچا

رہے ہیں کہ یہ انگریز کے پٹھو اور مسلمانوں کے غدار ہیں۔ مگر مرزا نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے خاندان کی انگریز وفاداری اور باپ دادا کی جانثاری کو بیان کرنے کے لئے وہ ایک انگریز کو بطور گواہ لے کر آ گئے تاکہ ان کی اسلام دشمنی میں کسی کو کوئی تردّد باقی نہ رہے، اور انگریز کو تو ان سے ضمیر فروشوں کی ضرورت تھی وہ ان کی تعریف اور ان کی خدمات کا اعتراف کیوں نہ کرے گا کیونکہ اس نے ان سے اور ان جیسوں سے اور بھی بہت سے کام لینے تھے، اسے ہند میں اپنے قدم جمانے، اقتدار کو طول دینے کے لئے ان کا حاجت تھی۔

کیونکہ انگریز جانتا تھا کہ مسلمانوں میں فتح و نصرت اور ان کی اسلامی زندگی اور ملّی خدمات کا سب سے بڑا ذریعہ ہمیشہ سے ان کا جذبۂ جہاد رہا ہے، اور مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ اس کے سامنے تھی کہ جب بھی اور جہاں بھی غیر مسلم قوم نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی کوشش کی، ان کو اُن کی زمین اور آزادی سے محروم کرنے کی سعی کی، ان کے دینی تشخّص کو مٹانا اور ملّی اقداروں کو بدلنا چاہا اس وقت وہاں مسلمانوں نے جہادی تحریکیں چلا کر جابرانہ وظالمانہ کاروائیوں کا سختی سے مقابلہ کیا اور اس نے دنیا کے مختلف خطوں میں دیکھ لیا تھا کہ مسلمانوں کے جن علاقوں میں بھی فرنگی سامراج نے اپنے قدم جمانے چاہے، مسلمانوں کی جہادی تحریکوں نے اس کے قدم اُکھاڑ دیئے، جہاں جانا چاہا تو مسلمانوں کے جذبۂ جہاد نے ان کا راستہ روک لیا، اور پھر ہند میں انہوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، مزاحمت کا سب سے بڑا خطرہ اُسے مسلمان قوم سے ہی تھا، صرف خطرہ ہی نہیں تھا بلکہ اُسے یقین تھا کیونکہ وہ تجربہ بھی کر چکا تھا، اس لئے اس استعماری قوم کو اس کی اشد ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد کا توڑ تلاش کیا جائے تاکہ وہ بآسانی استعمار کی غلامی پر راضی ہوسکیں، لیکن ظاہر ہے کہ اہلِ اسلام میں جو جذبہ قرآن وسنّت کی تعلیمات کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو اُسے ختم کر دینا آسان کام نہیں ہے، اور ایسی تعلیمات جو مقدس کُتُب پر مشتمل ہوں اور وہ کسی قوم کی روایات کا حصہ ہوں انہیں چند تقاریر یا ایک آدھ مضمون سے

زائل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اور مسلمانوں کے جذبۂ جہاد سے انگریزوں کی پریشانی کا اندازہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' (Our Indian Muslims) سے بھی ہوسکتا ہے اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کے تصوّر اُن کی سلطنت کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے، انگریزوں نے ایک طویل استبداد کے بعد یہ محسوس کیا کہ بہیمانہ تشدد اجتماعی ہو یا انفرادی مسلمانوں سے اس جذبہ کو محو نہیں کرسکتا، تو انہوں نے جہاد کے خلاف مباحث پیدا کرکے علماء سے فتوے حاصل کرنے شروع کئے، اور کلام اللہ کی تفسیروں کا مزاج بدلوانا چاہا۔ ڈاکٹر ہنٹر کی محولہ کتاب سے اُن علماء وفضلاء کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت تنسیخ جہاد کا فتویٰ دے رہے تھے۔ (برصغیر میں بیداریٔ ملّت کی تحریکیں، ص361-362)

غرض یہ کہ انگریز کی اشد ضرورت تھی کہ وہ جہاد کے خلاف فتوے حاصل کرے، کُتُب ورسائل لکھوائے اور انہیں شائع کروائے تا کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد کا تدارک ہوسکے اور اُن کا استعمار محفوظ ہو جائے اور پھر وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت پڑھی لکھی نہیں ہے اور یہ لوگ اپنے روحانی رہنماؤں علماء ومشائخ کے پیروکار ہیں اور جو پڑھا لکھا طبقہ ہے وہ بھی ان سے بے پناہ عقیدت رکھتا ہے اور انہیں اپنا رہبر ورہنما مانتا ہے، اس لئے اس نے اس کام کے لئے ایسے لوگ تلاش کرنے شروع کردیئے جو پیری مریدی سے وابستہ ہوں یا علوم دینیہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور پھر بکنے والے، اپنی قوم وملّت کے غدار، ہر قوم کے ہر طبقے میں پائے جاتے ہیں، اور منافق جب خیر القرون میں موجود تھے تو اس کے ہزار سال بعد کتنے ہوں گے، لہٰذا تلاش کرنے پر اُسے ایسے لوگ مل گئے جو یہ کام سرانجام دینے کے لئے تیار تھے، غیر مُقلّدین یعنی نام نہاد اہلحدیث کے سرغنہ مولوی محمد حسین بٹالوی ملے جنہوں نے تنسیخ جہاد پر ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' نامی کتاب لکھ دی اور دوسرے اُن کو مرزا موصوف ملے جنہوں نے انگریز کی اطاعت وفرمانبرداری کو لازم اور

جہاد کو منسوخ قرار دیا، چنانچہ مرزا غلام احمد نے برطانیہ (حکومت) کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس کا اقرار فخریہ انداز میں اس طرح کیا کہ ''میں نے پچاس ہزار کے قریب رسائل وکتابیں چھپوا کر مختلف ممالک میں پھیلا دی ہیں کہ انگریز گورنمنٹ ہماری مُحسن ہے، اس کا اطاعت ہر مسلمان پر فرض ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے ان غلط خیالات سے توبہ کر لی جو نافہم مُلّاؤں کی تعلیم سے اُن کے دلوں میں پیدا ہوگئے تھے، یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے جس پر مجھے فخر ہے''۔

اور مرزا نے دوسرے مقام پر لکھا: ''سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک خدا کی اطاعت کریں، دوسرا یہ کہ جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں پناہ دی ہو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے''۔ بحوالہ شہادالقرآن درروحانی خزائن: 2/380

اب اس نے یہ فتویٰ کس دَور میں دیا، آیا جنگ آزادی 1857ء کے وقت دیا یا اس کے بعد مرزا کی تحریریں تاریخ بیان کرنے سے بالکل خاموش ہیں، اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس نے یہ کام 1857ء میں نہیں کیا تو اس کے بعد جلد ہی کیا تھا، جب کہ صدیق ارکانی صاحب نے صراحۃً لکھا کہ مرزا نے حرمتِ جہاد کا فتویٰ 1857ء میں دیا، چنانچہ موصوف نے ایک عنوان ''مرزا نے انگریز کے ایماء پر حُرمتِ جہاد کا فتویٰ دیا'' کے تحت لکھا کہ 1857ء میں مرزا نے انگریزی اطاعت کو واجب قرار دیا اور جہاد کو منسوخ قرار دیا الخ''۔

اور لکھا کہ ''مرزا نے جہاد کی حرمت ومنسوخی کا اعلان 1857ء میں کا کیا...... یہ اعلان وبیان اس وقت جاری کیا جب انگریز ہند پر قابض ہو چکا تھا۔ مسلمانانِ عالَم پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے اور علماء ومجاہدین انگریز کے خلاف گوریلا جہاد کر رہے تھے''۔ (ماہنامہ حق نوائے احتشام، مجریہ رجب المرجب 1427ھ/ اگست 2006ء، ص38)

بہر حال یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی کے خاندان نے جنگ

آزادی 1857ء میں انگریز کا بھرپور ساتھ دے کر مسلمانانِ ہند کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا، مرزا غلام احمد خود اور اس کے باپ دادا اور بھائی وغیرہ مسلمانوں کے دشمن تھے۔ 1857ء کا زمانہ مسلمانانِ ہند کے لئے ابتلاء وآزمائش کا زمانہ تھا، وہ دَور بڑا کٹھن دَور تھا، تو ایسے مشکل وقت میں جو دشمن کا ساتھ دے اس کے ساتھ تعاون کرے، اس کا مددگار بنے، تو وہ بھی دشمن ہی ہوتا ہے جب کہ دشمن سے بھی ہزار ہا درجہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

تحریکِ پاکستان اور گروہِ قادیان

جس طرح جنگ آزادی 1857ء میں مرزا قادیانی کے خاندان نے اور اس کے بعد خود مرزا اور اس کے حواریوں نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ لڑی اور انگریز کے مفادات کے لئے بھرپور کام کیا اسی طرح تحریکِ پاکستان میں اس تحریک کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع انہوں نے ضائع نہیں کیا، تحریک سے باہر رہ کر اور اس میں شامل ہو کر ہر طرح سے اسے ناکام بنانے کی سعی کرتے رہے، اور ان کی پاکستان دشمن اور اسلام دشمن سرگرمیوں نے ہمیں ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچایا کہ ایسے خطے پاکستان کے نقشہ میں شامل ہونے سے رہ گئے جو کئی اعتبارات سے ہمارے لئے بہت اہم تھے، لہٰذا اس سلسلہ میں صادق علی زاہد کی ایک تحریر پیش کی جاتی ہے جو ''ماہنامہ ضیائے حرم لاہور'' کے اگست 1997ء کے شمارے میں شائع ہو چکی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

قادیانیت ایک سیاسی تحریک بھی ہے جسے برصغیر میں انگریزی استعمار کو طول دینے کے لئے تخلیق کیا گیا تھا لیکن اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس پر مذہب کا لبادہ اوڑھا گیا، قادیانی اکابرین اپنے جنم دن سے ہی برطانوی استعمار کی بلاچوں وچرا اطاعت ووفاداری کا درس دیتے آئے ہیں، اس گروہ کے اولین سیاسی ومذہبی پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی نے برملا اعتراف حقیقت کرتے ہوئے اپنی کتاب ''تبلیغ رسالت'' جلد 7 صفحہ 19 پر تحریر کیا:

''ہمارا جانثار خاندان سرکارِ دولت مدار وسلطنت انگلش کا خود کاشتہ پودا ہے، ہم نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا''۔

برطانوی استعمار کو طول دینے کے لئے عالمِ اسلام کے خلاف اس انگریز کے ''خود کاشتہ پودے'' نے جو خدمات سرانجام دی ہیں اگر ان کی تفصیل جمع کی جائے تو بقول مرزا غلام احمد قادیانی اس سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں، مگر اس وقت ہم زیادہ تفصیل میں جانے کی بجائے اجمالی طور پر صرف اس پہلو کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ اس نازک ترین دَور میں جب عالمِ اسلام میں ایک انتہائی اہم اور عظیم تر ریاست (پاکستان) معرض وجود میں آ رہی تھی تو قادیانی گروہ نے اس کی تشکیل میں کیا اہم خدمت سرانجام دیں۔

پہلی گول میز کانفرنس اور ظفر اللہ خان قادیانی:

وائسرے ہند نے 12 نومبر 1930ء کو انگلستان میں برصغیر کے اہم سیاسی لیڈروں نے کانفرنس طلب کی تاکہ ہندوستان کے داخلی امن وامان کا کوئی حل ڈھونڈا جا سکے کانگریسی لیڈروں نے اولاً کانفرنس کا بائیکاٹ کر دیا تھا، اس کانفرنس میں مسلم لیگی اکابرین نے مسلمانوں کو الگ قوم کی حیثیت سے دیئے جانے اور ان کے حق نمائندگی کو تسلیم کر لئے جانے کی وضاحت کی، قائداعظم، محمد علی جوہر اور سر محمد شفیع کے علاوہ اس کانفرنس میں میر ظفر اللہ قادیانی نے بھی شرکت کی، مگر اس کی شرکت کا مقصد کیا تھا اس حقیقت سے پردہ ''اقبال کے آخری دو سال'' کے مصنّف ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے اٹھایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں: سر فضل حسین ممبر وائسرے کونسل نے یوپی کے گورنر سر میلکم ہیلی کو 10 مئی 1930ء کو ایک خط کے ذریعے اپنی کارکردگی سے ان الفاظ سے آگاہ کیا:

''میں نہیں چاہتا کہ کانفرنس میں صرف جناح تقریریں کرے اور اسے کوئی ٹوکنے والا نہ ہو، ایسا نڈر آدمی کانفرنس میں ضرور موجود ہو جو

جناح کو دو بدو جواب دے اور یہ کہہ سکے کہ جناح کے خیالات ہندوستانی مسلمانوں کے خیالات نہیں ہیں بلاشبہ یہ کام مشکل بھی ہے اور ناگوار بھی بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ اس نمائندے کی جس کے خیالات کی تردید منظور ہے حیثیت بہت بلند ہے مجھے یقین ہے شفاعت احمد اور ظفر اللہ اس فرض کی بجا آوری میں قطعاً دریغ نہیں کریں گے، شفیع کے متعلق مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے جناح کی مخالفت میں کچھ کہا تو مبادا اُسے ذاتی رقابت پر محمول نہ کیا جائے‘‘۔

(’’اقبال کے آخری دو سال‘‘ از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، ص259)

تیسری گول میز کانفرنس اور قادیانی:

جناب جی الانا (غلام علی الانا سابق وائس چانسلر قائداعظم یونیورسٹی کراچی) صاحب نے قائداعظم محمد علی جناح اور پاکستان کے حوالے سے کئی ایک نہایت اہم اور تحقیقی تحریریں لکھی ہیں اور قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت کے حوالے سے آپ کی تحریروں کو نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، آپ اپنی کتاب ’’قائداعظم‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

تیسری گول میز کانفرنس منعقدہ 17 نومبر 1932ء تا 24 دسمبر 1932ء کے موقع پر جب چوہدری رحمت علی کے پمفلٹ، ’’اب یا کبھی نہیں‘‘ (Now or Never) پر بحث ہو رہی تھی تو ظفر اللہ خان قادیانی نے لفظِ پاکستان اور اس اسکیم کو طلبہ کی اسکیم اور ایک ناقابلِ عمل اور باطل خیال قرار دیا ہے‘‘۔ (قائداعظم از جی الانا، ص307)

خواب کی بات:

23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور (موجودہ اقبال پارک) میں منعقدہ مسلم

لیگ کے سالانہ جلسہ میں مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کی قرارداد باقاعدہ منظور کر لی گئی اور علیحدہ ملک کے حصول کے لئے کوششیں تیز کر دی گئیں تو قادیانی اکابر بھی تقسیمِ ہند کی مخالفت کے لئے جُوتے اُتار کر میدان میں آ گئے۔

13 اپریل 1947ء کو ظفر اللہ قادیانی کے بھتیجے کا نکاح تھا، قادیانی خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد نکاح کی تقریب میں شریک ہوا، اور اپنا ایک خواب سُنایا جو قادیانیوں کے آرگن ’’الفضل‘‘ میں شائع ہوا، اخبار لکھتا ہے:

’’حضور نے اپنی رویا بیان فرمایا جس میں ذکر تھا کہ گاندھی جی آئے ہیں اور حضور کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر لیٹنا چاہتے ہیں اور ذرا سی دیر لیٹنے پر فوراً اُٹھ بیٹھے اور گفتگو شروع کر دی، دورانِ گفتگو حضور نے گاندھی جی کو مخاطب کر کے فرمایا سب سے اچھی زبان اُردو ہے، گاندھی جی نے بھی اس کی تصدیق کی، اس کے بعد حضور نے فرمایا دوسرے نمبر پر پنجاب ہے، گاندھی جی نے اس پر تعجب کیا مگر آخر مان گئے، اس کے بعد رویا میں نظارہ بدل گیا‘‘۔

اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: ’’یہ موجودہ فسادات سے متعلق ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہندو مسلم تعلقات ابھی اس حد تک نہیں پہنچے کہ صلح نہ ہو سکتی ہو، ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے‘‘ پھر حضور نے فرمایا: ’’اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے‘‘۔ (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ، جلد اول، صفحہ 446 از صاحبزادہ طارق محمود بحوالہ ’’الفضل‘‘ قادیان، اپریل 1947ء)

5 اپریل 1947ء کو قادیانیوں کے ترجمان ’’الفضل‘‘ نے ایک بار پھر اپنا مؤقف ان الفاظ میں دہرایا: ’’بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم

شیر وشکر ہوکر رہیں''۔

ہیڈ آف دی احمدیہ موومنٹ:

1944ء میں ظفر اللہ خان قادیانی نے ایک پمفلٹ ''ہیڈ آف دی احمدیہ موومنٹ'' کے نام سے مرتّب کیا، اس پمفلٹ میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال کے بارے میں قادیانی سربراہ مرزا محمود احمد کے خیالات ونظریات اور اس کی شخصیت کا تعارف کرایا گیا تھا، اس میں سر ظفر اللہ خان نے تحریر کیا کہ ''وہ مرزا محمود احمد اکھنڈ بھارت کے مؤیّد اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے مخالف ہیں''۔ (قادیانی سے اسرائیل تک، صفحہ 186، از ابو مدثرہ ہیڈ آف دی احمدیہ مومنٹ) قادیانیوں کی لندن مشن نے اس پمفلٹ کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی۔

دِلّی منصوبہ:

1945-46ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی نے جب یہ ثابت کر دیا کہ اب مسلم لیگ کا مطالبہ (تقسیمِ ہند) ماننا ہی پڑے گا تو قادیانی سربراہ مرزا محمود احمد قادیان سے دِلّی روانہ ہوا تاکہ برطانوی عہدہ داروں اور برصغیر کے سیاسی قائدین سے گفت وشنید کر سکے۔

مرزا محمود احمد 26 ستمبر 1946ء دِلّی روانہ ہوا اور اس کے ہمراہ دیگر قادیانیوں میں اس کے بھائی مرزا شریف احمد، مرزا بشیر احمد، ظفر اللہ خان کا بھائی اسد اللہ خان اور مولوی عبدالرحیم درد وغیرہ شامل تھے۔ (تاریخ احمدیت، جلد دہم، ص321) قیام دہلی کے دوران برطانوی انٹیلی جینس کے افسران سے تبادلہ خیال کیا اور وائسرائے لارڈ ویول سے خط و کتابت کی، مولوی عبدالرحیم درد کو خصوصی پیغام دے کر وائسرائے کے پرائیویٹ سیکریٹری کے پاس بھیجا، برطانوی دفتر خارجہ سے بھی رابطہ کیا اور طویل مذاکرات کے بعد برطانوی انٹیلی جنس کے تعاون سے ایک سازش تیار کی، اس سازش سے پردہ اٹھانے کے لئے

مندرجہ ذیل واقعہ بہت مدد دے سکتا ہے، سُنئے:

''غیر منقسم پنجاب کے سی آئی ڈی سب انسپکٹر دبیر حسین رضوی تحریر فرماتے ہیں کہ 8 جولائی 1947ء کو ڈپٹی انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی مسٹر جنکسن نے آپ (دبیر حسین رضوی) کو ایک اہم لفافہ وائسرائے لیگل لاج تک پہنچانے تک کے لئے دیا، آپ پنجاب سیکریٹریٹ سے باہر آئے تو آپ کی ملاقات میاں ممتاز شاہنواز سے ہوگئی، انہوں نے یہ لفافہ دیکھ لیا جس پر جارج ایبل پرائیویٹ سیکریٹری کا پتہ درج تھا، قومی جذبے سے مغلوب ہوکر آپ نے یہ لفافہ کھولا تو اندر سے ایک اور لفافہ برآمد ہوا جس پر مسٹر لڈل چیف آف برٹش سیکریٹ سروس کا پتہ درج تھا، اس لفافہ کو کھول کر اس کی نقل قائد اعظم کو پہنچا دی گئی، 4 ستمبر 1947ء کو قیامِ پاکستان کے بعد روزنامہ ''پاکستان ٹائمز'' نے اسے شائع کر دیا، 25 دسمبر 1976ء کو قائد اعظم کی صد سالہ تقریب پیدائش کے موقع پر ''پاکستان ٹائمز'' نے قائد اعظم نمبر شائع کیا تو مذکورہ خط پھر شائع کر دیا گیا، خط کا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے:

خفیہ اور ذاتی

پنجاب کلب لاہور

8 جولائی 1947ء.........میرے پیارے لڈل

آپ کا خط نمبر 5 ایف 205 انڈیا 15 ڈی او جی محررہ 18 جون 1947ء موصول ہوا، پاکستان کے بارے میں سب کچھ طے پا چکا ہے تاہم دیگر حالات انتہائی مبہم ہیں، پاکستان کی حتمی شکل کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا، اور یہ بھی علم نہیں ہوا کہ اس میں حکومت کی ہیئت کیا ہوگی، یہ تو بدیہی امر ہے کہ مسٹر جناح آمر کی حیثیت اختیار کر جائیں گے اور پوری قوت ایک منتخب ٹولے کے پاس ہوگی لیکن ان میں سے ہر ایک کا منصب کیا ہوگا اس کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا۔ حالات کے پیشِ نظر ایسا موزوں وقت نہیں آیا جب ان افراد کی نشاندہی کی جا سکے یا ان سے روابط استوار کئے جا سکیں کیونکہ کچھ پتہ نہیں کہ کون لوگ

سامنے آنے والے ہیں۔

میرے خیال میں رابطہ افسر کا لائن پر کام کرنا درست رہے گا میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بہترین راستہ ہے لیکن احمد کو علم ہے کہ دہلی میں متعلقہ اُمور پر بحث کے دوران اسی انتظام کے بارے میں اتفاق رائے پا گیا تھا، امید ہے احمد کو پاکستان کی بڑی اہمیت حاصل ہو گی، چنانچہ وہ گذشتہ تصورات ونظریات سے پسپائی کو پسند کرے گا۔

آپ کا مخلص

ڈبلیو این پی ہنکس

قرآئن سے واضح ہوتا کہ احمد سے مرزا محمود قادیانی مراد ہے اور دِلّی میں اس کے ساتھ طے پائے جانے والے اُمور کا ذکر کیا گیا ہے، انگریز کو امید تھی کہ پاکستان کو میں جلد احمد کو اہم مقام حاصل ہو جائے گا اور قادیان کو آزاد ریاست بنانے کے نظریے سے پسپائی کے بعد پاکستان کے کسی حصے میں یہ کھیل کھیلیں گے، اور بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ مرزا محمود احمد قادیانی نے بلوچستان اور کشمیر کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ (منیر انکوائری رپورٹ، 1953ء) بلوچستان میں فل اور کشمیر میں پاکستان کے سی این سی مسٹر گلانسی نے قادیانیوں کی بھرپور پشت پناہی کی۔ (قادیان سے اسرائیل تک، ص188، 189، از ابومدثرہ)

باؤنڈری کمیشن اور قادیانی گروہ:

قادیانیوں کی بھرپور مخالفت کے باوجود جب تقسیم ہند ناگزیر ہو گئی اور پاکستان کا قیام ممکن نظر آنے لگا تو قادیانیوں نے پاکستان کی جغرافیائی صورت کو نقصان پہنچانے کی بھیانک کوشش کی، حد بندی کمیشن جن دنوں پاک بھارت حد بندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا، اور مسلم لیگی و کانگریسی نمائندے اپنا اپنا مؤقف پیش کر رہے تھے، تو باؤنڈری کمیشن اس وقت ورطہ حیرت میں پڑ گیا جب قادیانی گروہ نے اپنے بانی کے مولد و مرکز قادیان کو ''ویٹی گن سٹی'' قرار دینے کا مطالبہ کر دیا، قبل ازیں مرزا محمود احمد سربراہ قادیانی گروہ نے لندن

مشن کے مبلّغ مشتاق احمد باجوہ کی معرفت لیبر حکومت کو ایک میمورنڈم روانہ کیا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ قادیانی کو رومن کیتھولک پوپ کے شہر ویٹیکن کی طرح آزاد ریاست کا درجہ دیا جائے لیکن لیبر حکومت کے سیاسی مدبر ہیرلٹ جے لاسکی نے اس تجویز کو مسترد کر دیا کیونکہ متوقّع قادیانی ریاست کی حیثیت ایک محصور علاقے کی سی بنتی تھی جس کا آزاد وجود تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مرزا بشیر احمد قادیانی نے سکھ لیڈر وریام سنگھ سے آزاد پنجاب کے سوال پر گفت وشنید کی اور پنجاب کو تقسیم ہونے سے بچانے اور قادیان کے تحفظ کے لئے کافی تگ ودَو کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ (قادیان سے اسرائیل تک، ص186، بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان، 12 جون 1955ء)

لیبر حکومت کی طرف سے قادیان کو آزار ریاست تسلیم نہ کئے جانے کے بعد قادیانیوں نے حد بندی کمیشن کو غلط اعداد وشمار پیش کر کے آزاد قادیان حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی، حد بندی کمیشن کو پیش کئے جانے والے میمورنڈم میں قادیانیوں کے علیحدہ مذہب سول وفوجی ملازمین کی مبالغہ آمیز تعداد کیفیت اور آبادی کی تفصیلات درج ہیں، چند برس قبل حکومتِ پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والی انگریزی کتاب ''پنجاب کی تقسیم'' کی جلد اول ص 428 تا 469 میں قادیانی عرضداشت اور اس کی جملہ تفصیلات درج ہیں۔ (قادیانیت کی سیاسی تجزیہ، جلد اول، ص458، از صاحبزادہ طارق محمود فیصل آبادی)

قادیانیوں کے الگ محضر نامہ پیش کرنے کی نتیجہ میں قادیانیوں کا الگ ریاست کے قیام کا مطالبہ کو تسلیم نہ کیا گیا البتہ باؤنڈری کمیشن نے اس محضر نامہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ شمار کر دیا، اس طرح گورداس پور کا ضلع جس کی ہندو مسلم آبادی کا تناسب 49 اور 51 فیصد تھا (غیر مسلم 49 فیصد اور مسلمان بشمول قادیانی گروہ 51 فیصد) قادیانیوں کے علیحدہ شمار ہونے پر الٹ ہو گیا یعنی مسلمان 49 فیصد رہ گئے اور غیر مسلم 51 فیصد ہو گئے اس طرح گورداس پور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس اہم

ترین علاقہ کو بھارت کے حوالہ کر دیا گیا، اور نہ صرف یہ کہ گورداس پور پاکستان کے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ بھارت کو کشمیر تک پہنچنے کا آسان راستہ میسر آ گیا جب کہ پاکستان کشمیر سے ہٹ گیا۔

ہفت روزہ ''چٹان'' کو انٹرویو دیتے ہوئے معروف مسلم لیگی راہنما جناب میاں امیر الدین نے فرمایا: ''باؤنڈری کمیشن کے مرحلہ پر میر ظفر اللہ خان قادیان کو مسلم لیگ کا وکیل بنانا مسلم لیگ کی سب سے بڑی غلطی تھی جس کے ذمہ دار خان لیاقت علی خان اور چوہدری محمد علی تھے''۔

نیز آگے چل کر آپ فرماتے ہیں: ''اس ظفر اللہ خان نے پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ پٹھانکوٹ کا علاقہ اسی کی سازش کی بنا پر پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل ہوا''۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور، 6 تا 13 اگست 1984ء)

تقسیمِ ہند کے حوالے سے چند چونکا دینے والا بیانات:

1۔ ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک پاکستان کا بننا اصولاً غلط ہے۔ (خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ روزنامہ الفضل قادیان، 12-13 اپریل 1947ء)

2۔ میں قبل ازیں بتا چکا ہوں کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضا مندے ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح متحد ہو جائیں۔ (تقریر مرزا محمود احمد خلیفہ قادیانی مندرجہ الفضل قادیان 16 مئی 1947ء)

3۔ ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ افتراق ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں (مسلم اور ہندو) الگ الگ رہیں مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔ (مسئلہ کشمیر اور قادیانی امت از اختر کاشمیری، ص 95، بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان، 17 مئی 1947ء)

قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں کا کردار:

قادیانیوں کی طرف سے ہر طرح کی رکاوٹیں اور مشکلیں پیدا کرنے کے باوجود اللہ کے فضل و کرم سے جب پاکستان دنیا کے نقشے پر اُبھر کر سامنے آیا تو اب قادیانیوں نے نئے انداز سے اس ملک کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور بدنام کرنے کے منصوبے بنائے، اس سلسلہ میں چند ایک حقائق کو تحریر کرنے کے بعد میں اپنے مضمون کو ختم کر دوں گا۔

ظفر اللہ خان قادیانی بطور وزیر خارجہ پاکستان:

''پاکستان کی پہلی کابینہ'' اور ''پاکستان کیوں ٹوٹا'' کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز وائسرائے کے دباؤ کے تحت عظیم قائد محمد علی جناح کو بادل نخواستہ بعض غلط فیصلے کرنے پڑے، جن میں قادیانی وزیر خارجہ کا تقرر، جوگندر ناتھ منڈل کو وزیر قانون بنانا اور آزاد پاکستان کی افواج کا کمانڈر انچیف ایک انگریز (ڈگلس گریسی) کو بنانا شامل ہیں، تاریخ بتاتی ہے کہ ظفر اللہ خان قادیانی کی باؤنڈری کمیشن میں پاکستان مؤقف سے دلبرداشتہ ہو کر قائداعظم انہیں کسی طرح بھی وزیر نہیں بنا رہے تھے مگر انگریز وائسرائے نے اس کی تقرری پر بہت اصرار کیا، یہاں تک کہ دھمکی دی کہ اگر ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر نہ بنایا گیا تو اختیارات کا منتقلی کا اعلان نہیں کیا جائے گا۔ (سازشوں کا دیباچہ قادیانیت از رائے کمال، ص 195۔ پاکستان کیوں ٹوٹا، ص 307، از ڈاکٹر صفدر محمود)

قائداعظم نے ظفر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ تو بنا لیا مگر اس کی کارکردگی سے آپ مطمئن نہیں ہوئے، 1948ء میں راجہ صاحب محمود آباد کی کراچی آمد کے موقع پر آپ نے اپنے خدشات کا برملا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''قادیانی وزیر خارجہ کی وفاداریاں مشکوک ہیں، میں ان پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہوں اور عملی اقدامات اٹھانے کے لئے مجھے مناسب

وقت کا انتظار ہے''۔ (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ، جلد اول، ص475، از صاحبزادہ طارق محمود بحوالہ قائداعظم کی تقاریر)

افسوس کہ اس مناسب وقت سے قبل جس کا قائداعظم کو انتظار تھا آپ کی موت ہو گئی، قادیانی وزیرخارجہ کی پاکستان مخالف سرگرمیوں کی تفصیل ''قادیانیت کا سیاسی تجزیہ'' جلداول، ص473 تا 587 پر مفصل درج ہے۔

گاندھی کے قتل پر قادیانی سربراہ نے پنڈت نہرو کے نام تعزیت نامہ حلیفہ پیغام کے ساتھ ان الفاظ میں بھیجا: ''خدا جانتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمیں ہمارے مقدس مرکز (قادیان) سے زبردستی نکالا گیا ہے مگر ہم آپ کے اور آپ کی حکومت کے خیر خواہ ہیں۔
(مسئلہ کشمیر اور قادیانی امت از اختر کاشمیری، ص95، بحوالہ روداد سالانہ جلسہ ربوہ 1949ء)

صوبہ بلوچستان:

صوبہ بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ میں تبدیل کرنے کی تجویز 1948ء میں مرزا محمود قادیانی نے ان الفاظ میں دی: ''بلوچستان کی کُل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے زیادہ آبادی کو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا تو کوئی مشکل نہیں پس جماعت اگر اس طرف پوری توجہ دے تو اس صوبہ کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے، اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہوگا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں۔

پس میں جماعت کی توجہ اس بات کی طرف دِلاتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے یہ عمدہ موقع ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اسے ضائع نہ ہونے دیں، پس تبلیغ کے ذریعے بلوچستان کو اپنا صوبہ بنالو تا کہ تاریخ میں آپ کا نام رہے۔ (قادیانیوں کے عقائد وعزائم از مولانا تاج محمود صاحب، ص81، بحوالہ روزنامہ الفضل، 13 اگست 1948ء)

ربوہ کی ریاست:

محسنِ پاکستان قائداعظم کی وفات کے صرف تین دن بعد یعنی 14 ستمبر 1948ء کو

انگریز گورنر فرانسس موڈی کی خاص دلچسپی سے چنیوٹ کے قریب دریائے چناب کے کنارے 1033 ایکڑ سات کینال آٹھ مرلے اراضی ''انجمن احمدیہ'' کو ایک آنہ فی مرلہ کے حساب سے فروخت کردی گئی۔ (قادیانیوں کے عقائد وعزائم از مولانا تاج محمود صاحب، ص52، بحوالہ روزنامہ الفضل، 13 اگست 1948ء) قادیانیوں نے اپنا مرکز قادیان سے ربوہ منتقل کرلیا اور حکومت پاکستان کے مقابلے میں ایک متوازی حکومت قائم کرلی، جماعت کا لیڈر امیر المومنین بن بیٹھا، وزارتوں کے مقابلہ میں نظارتیں قائم ہوگئیں، فوج پاکستان کے مقابلہ میں ''خدام الاحمدیہ'' کا ظہور ہوا اور ربوہ میں کسی غیر احمدی کا داخلہ قانوناً بند کر دیا گیا۔
(روزنامہ الفضل، ربوہ، 6 جنوری 1952ء)

1952ء گزرنے نہ پائے:

جنوری 1952ء کو قادیانیت کا سال قرار دیتے ہوئے قادیانی خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود احمد نے یہ اعلان مشتہر کرایا: ''یہ ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ کام اور محنت کریں تو 1952ء میں ایک انقلاب برپا کرسکتے ہیں۔ 1952ء گزرنے نہ دیجئے کہ احمد کا رعب دشمن (مسلمان) اس رنگ کی بُو محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جاسکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی گود میں آگرے''۔ (روزنامہ الفضل، ربوہ، 6 جنوری 1952ء)

ناسازئی حالات:

دوسرا قادیانی سربراہ مرزا بشیرالدین محمود احمد پاکستان کے ختم ہو جانے کی حسرت دل میں لئے جب مرنے لگا تو وصیت کردی کہ مجھے عارضی طور پر ربوہ میں دفن کیا جائے بعد میں قادیان کے ''بہشتی مقبرہ'' میں میری قبر بنائی جائے اس کی جماعت نے اس وصیت قبر پر ان الفاظ کے ساتھ کندہ کروادی: ''جب حالات سازگار ہو جائیں تو میری میت کو یہاں سے نکال کر قادیان میں دفن کیا جائے، جماعت پر فرض ہے کہ وہ میری وصیت پر ہر لحاظ سے پورا پورا عمل کریں''۔ (سازشوں کا دیباچہ از رائے کمال، ص194)

ابھی چند برس قبل قادیانیوں نے مذکورہ کندہ شدہ الفاظ مرزا محمود کی قبر سے مٹائے ہیں بقول شورش کاشمیری مرحوم۔

اواخر دسمبر میں پاکستان فوج کے ایک لفٹیننٹ کرنل نے معروف احراری لیڈر رسید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملاقات کی اور بیان کیا کہ ہم قیامِ پاکستان سے قبل قادیانیت کے متعلق علماء کرام کے تعاقب کو ایک فضول مذہبی جھگڑا سمجھتے تھے لیکن پاکستان بن جانے کے بعد جو حقائق ہمارے مشاہدے میں آئے ہیں، اور جن تجربوں سے ہم گزر رہے ہیں وہ اتنے سنگین ہیں کہ پاکستان کی درجہ اول کی لیڈر شپ کے بعد

1۔ پاکستان اپنی موجودہ ہیئت کھو بیٹھے گا اور اس کا کوئی دوسرا نقشہ نہ ہوگا۔

2۔ یا کسی نہ کسی طرح ہندوستان کی طرف پلٹ جائے گا۔

3۔ یا اس کی حیثیت ایک مرزائی ریاست کی سی ہوگی۔

ان تینوں میں جو شکل جس طرح قائم ہوگی اس کے پس منظر میں مرزائی ہوں گے، اس غرض سے اندرونِ خانہ وہ اپنے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ (تحریک ختم نبوۃ از شورش کاشمیری، ص86۔87)

تحریکِ پاکستان اور قیامِ پاکستان کے ابتدائی ایام میں قادیانیوں کے کردار کی ایک جھلک میں نے دکھائی ہے، قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک یہ کتنے گھناؤنے کردار کے حامل رہے ہیں، اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، البتہ تحریکِ ختم نبوت 1953ء جنگ ستمبر 1965ء، جنگ دسمبر 1971ء سقوطِ ڈھاکہ وزیر اعظم لیاقت علی خان کا قتل، ضیاء الحق کے طیارے کا حادثہ جیسے اہم قومی سانحات کے پیچھے قادیانی سازشوں کے بیّن اور ناقابل تردید ثبوت راقم کے پاس محفوظ ہیں، اگر کبھی مناسب وقت ملا تو انشاء اللہ ضرور آپ تک پہنچا دوں گا۔ (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ/ اگست 1997ء، جلد نمبر 27، شمارہ نمبر 10، ص129 تا137)

قادیانیوں کی غدّاریوں کا تذکرہ:

قومِ وملّت کے ان غداروں کا تذکرہ عنوان جنگ آزادی 1857ء اور عنوان

تحریک پاکستان کے تحت ہوا، ان کی ملک دشمنی مضبوط اور ٹھوس دلائل کی روشنی میں سابقہ صفحات میں بیان ہوئی، اب پیر کرم شاہ صاحب ازہری کی زبانی بھی ان کی غداریاں اور کارگزاریاں سنئے، چنانچہ پیر محمد کرم شاہ ازہری نے ایک تحریر کے دوران فرمایا: ان کی غداریوں کا کونسا واقعہ پیش کروں جس وقت پاکستان بنا اور ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم ہوئی، تو باؤنڈری کمیشن کے سامنے تمام قوموں نے اپنی اپنی نمائندگی کی تو گورداسپور کا ضلع پاکستان کے حصے میں آنے والا تھا کیونکہ وہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی لیکن قادیانیوں نے کہا کہ جی ہماری تعداد مسلمانوں سے الگ کریں، چنانچہ ان کی تعداد الگ کرنے سے مسلمانوں کی تعداد کم ہوگئی، ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور نتیجۃً گورداسپور کا ضلع ہندوؤں کو مل گیا، جو کشمیر کے نقطہ نظر سے بھی ہمارے لئے انتہائی اہم ہے۔

کشمیر ہمارے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے، ہماری شہ رگ ہندو کے قبضہ میں گئی تو (قادیانیوں) ان کی خباثت کی وجہ سے، ان کی غداری اور بغاوت کی وجہ سے، کیا ایسے غداروں کو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی اُمّت میں داخل ہونے کی اجازت دے سکتا ہے۔

پھر آپ غور فرمائیں، یہ اسرائیل جس کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں، جس نے عالمِ اسلام میں وہ کہرام مچایا کہ ہزاروں لوگ کو قتل کر دیا گیا، ان کو اپنے گھروں سے جلاوطن کر دیا گیا، مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا، ان کے ساتھ کسی کا یارانہ ہے تو اسی قادیانی قوم کا یارانہ ہے، ان کا مشن آج بھی ''تل ابیب'' میں کام کر رہا ہے، تو وہ انہیں لوگوں کے ساتھ کام کر سکتے ہیں جو اسلام کے دشمن ہیں، جو اسلام کے حق میں ہوں، جو مسلمانوں کے خیر خواہ ہوں، ان کو ''تل ابیب'' میں یہ سرفرازی نہیں دی جاتی، جو مرزائی ملّت کو دی گئی ہے تو ان کی غداریوں کا کونسا قصہ سناؤں، ان کی تو فطرت ہی یہی ہے جس نے خدا کے ساتھ غداری کی مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ غداری کی جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی، کیا وہ اس قابل ہو سکتے ہیں کہ وہ خدا کے بندوں میں شامل کئے جائیں۔

ننانوے کروڑ پچانوے لاکھ اُمتیوں کی قربانی دینا کوئی خالہ جی کا گھر ہے، پانچ لاکھ مسٹنڈے جن کا کام ہی وطن سے غداری کرنا ہے جن کا کام ہی دولت بٹورنا ہے، جنہوں نے یہ مذہب ہی اس لئے اپنایا ہے کہ کہیں نوکری مل جائے، کہیں ویزہ مل جائے، ایسے خودسر جو ہوا کرتے ہیں، خدا کو ان کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کی اُمّت میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے، یہ دجّال صفت لوگ وہ ہیں جو طرح طرح کے خواب دکھاتے ہیں، طرح طرح کے سپنے دکھاتے ہیں، طرح طرح کے لالچ دیتے ہیں، ان کے فریب میں آنے کی کوشش نہ کریں، بچتے رہیں، بھوکے رہ لیں، پیٹ پر پتھر باندھ لیں، روکھی روٹی کھالیں، کوئی ضرورت نہیں ایمان بیچ کر دنیا کی دولت اکٹھی کرنے کی۔

ان لوگوں سے بڑھ کر بدبخت اور کوئی نہیں جو دنیا کے عوض میں اپنے خدا کی رضا کو فروخت کردیتے ہیں: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ......﴾ جس ربّ نے اے محبوب تیرے سر پر ختم نبوّت کا تاج سجایا ہے، اُس نے تجھے سراجاً منیراً بھی بنایا ہے، اس نے تجھے رحمۃ للعالمین بھی بنا کے بھیجا ہے، جب تک اس کی یہ دنیا آباد رہے گی، تیرا مہر منیر چمکتا ہی رہے گا۔

تیری روشنی سے دل کی دنیا منور اور روشن ہوتی رہے گی، انسانی زندگی کا ہر گوشہ اس سحابِ کرم سے فیضیاب ہوتا رہے گا۔

﴿وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ اُس سب کچھ جاننے والے نے تجھے یہ منصبِ رفیع عطا فرمایا ہے، جس کے علم کے سامنے کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں، یہ سارے انقلابات یہ ساری تبدیلیاں وہ سب کو جانتا ہے وہی چیز جس کو ساٹھ ستر سال پہلے کمیونزم نے بڑے جاہ وحشمت سے قبول کیا تھا کہ لوگوں کی جائیدادیں چھینو، ان کو دکانوں سے نکالو، آج پھر وہ پہلی بات کی طرف آرہے ہیں۔

﴿وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ قیامت تک رونپذیر ہونے والے تمام

حالات کو وہ جانتا ہے، اے محبوب اس نے تجھے سراجِ منیر بنایا ہے، جب تک اس کی خدائی قائم ہے اس وقت تک مصطفیٰ کریم ﷺ کی رفعت کا پرچم لہراتا رہے گا، ہم تو خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی غلامی کا طوق ہمارے گلے میں ڈالا، اس سے بڑا اشرف اور کوئی نہیں ہے، تو اس نبی سے تعلق توڑ کر کیا ہم ان خبیثوں کے ساتھ تعلق قائم کریں، دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے باطل کے جبروت کا مقابلہ نہ کیا ہو، ابراہیم علیہ السلام آئے کیا انہوں نے غرور کے سامنے گھٹنے ٹیکے، انہوں نے آتشکدہ نمرود کے سامنے جھکنا، اپنے لئے وجہ توہین سمجھتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فرعون برسراقتدار تھا۔

اس کے جبر وظلم کے سارے واقعات آپ نے سنے ہیں، تو کیا موسیٰ علیہ السلام نے اس کے سامنے کبھی تعظیم بجائی، اور اس کو کبھی اپنا حاکم اور مُربی تسلیم کیا، ہمیشہ اس کو للکارا اور اس کا مقابلہ کیا اور اس کو ہمیشہ حقارت کی نظروں سے دیکھا۔

تو جو شخص انگریز جیسی قوم کی خوشامد کرتے ہوئے اپنی قوم کی تقدیر کو اس کے ہاتھ فروخت کرنے کو تیار ہو، وہ شانِ نبوّت کے قابل نہیں ہے۔ بلکہ نبیوں کی جوتیوں میں بیٹھنے والے بھی ایسے فرعونوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ اگر تمہارا نورایمان سلامت ہے، تو دنیا کا کوئی نمرود وکوئی فرعون تمہارے جھنڈے کو سرنگوں نہیں کرسکتا، بشرطیکہ تمہارے دل میں ایمان پختہ ہو یقین کی شمع روشن ہو، اس میں شک اور بے یقینی کا دھواں نہ اٹھ رہا ہو، شک اور بے یقینی کا دھواں اٹھنے لگے تو پھر وہ نور ختم ہوجاتا ہے۔ (اسلام اور ردّ مرزائیت دیارِ فرنگ، ص19 تا 21، مطبوعہ: مکتبۃ المجاہد بھیرہ، ضلع سرگودھا)

قادیانیوں کا مسلمانوں سے کیا تعلق؟

مرزا اور اس کے گروہ کا مسلمانوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یہ ایک سوال ہے اس کے جواب کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں کسی عالم کی تحقیق نقل کرنے کی حاجت نہیں اس

کا جواب ہم خود قادیانیوں سے ہی لیتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ تم مسلمان ہو یا کچھ اور، اور مسلمانوں سے تمہارا کیا تعلق یا واسطہ ہے؟ چنانچہ مرزا قادیانی کا خلیفہ کہتا ہے ”یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا چند مسائل میں ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض آپ نے بتایا کہ ایک ایک چیز میں اُن سے اختلاف ہے“۔ بحوالہ اخبار الفضل قادیان، مجریہ 30 جولائی 1931ء، تقریر خلیفہ مرزا (آئینہ قادیانی، مؤلفہ محمد حنیف اختر، ص4)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ خود ہی اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ تصوّر کرتے ہیں کہ ان کو ہم مسلمانوں سے ایک ایک چیز میں اختلاف ہے، یعنی خدا اور رسول کی ذات کے بارے میں، اُن کے نظریات و اعتقادات، قرآن کے بارے میں اُن کا ایمان و عقیدہ اور نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ کے بارے میں ان کے تصوّرات و خیالات اور ان کی سوچ ہم مسلمانوں سے جُدا ہے اور اس کا اعتراف ان کے غیر مسلم ہونے کا صراحتاً اعتراف ہے، پھر ایک شخص خود کہے کہ میں مسلمان نہیں ہوں تو اہلِ اسلام بھلا اُسے زبردستی کیوں مسلمان قرار دینے لگے، اور کہے کہ مسلمانوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں تو مسلمان بھلا اُن سے کیوں کوئی تعلق جوڑنے لگے۔

یہی تو ہم کہتے ہیں کہ قادیانی کافر و مرتد ہیں، یہی بات ہمارے علماء نے عوام المسلمین کو سمجھائی کہ ان سے بچو، ان سے دُور رہو کہ یہ لوگ صرف ہم مسلمانوں کے دشمن اور کافر ہی نہیں بلکہ خطرناک ترین دشمن اور بدترین کافر ہیں، خود جہنم کا ایندھن ہیں اور تمہیں جہنمی بنانے میں سرگرداں ہیں۔

قادیانی کو مسلمان سمجھنا؟

یہ لوگ عوام المسلمین کو بہکانے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم حضرت محمد ﷺ کو نبی اور رسول مانتے ہیں لہٰذا ہم میں اور تم لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہے، ہم بھی تمہاری طرح

مسلمان ہیں، مولوی لوگ خوامخواہ ہمیں کافر کہہ کر تم لوگوں کو ہم سے متنفّر کرتے ہیں اور اس طرح ہمارے بعض سیدھے سادھے، بھولے بھالے عوام ان کے بہکاوے میں آجاتے ہیں، ہم انہیں کہتے ہیں کہ اس طرح نہیں ہے جس طرح انہوں نے کہا، بات یہ ہے کہ کوئی شخص کسی نبی پر ایمان لانے کے بعد اس کا کلمہ پڑھنے کے بعد، اس نبی کی شریعت کو ماننے کے بعد، دوسرے نبی پر ایمان لے آئے تو وہ اول کا امتی نہیں کہلاتا بلکہ دوسرے کا امتی ہو جاتا ہے، اسی پر ایمان لانے والا کہلاتا ہے، باقی رہا ان کا ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو نبی و رسول ماننا وہ کچھ مفید نہیں کیونکہ ہم بھی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو نبی اور رسول مانتے ہیں مگر ہم ان انبیاء علیہما السلام کے امتی نہیں کہلاتے تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ جب سرورِ عالم ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی پر ایمان لے آئے تو یہ حضور ﷺ کی اُمّت سے خارج ہو گئے جب اُمّت سے خارج ہوئے تو مسلمان نہ رہے چنانچہ اسے پیر محمد کرم شاہ ازہری نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ”بعض مُلک ایسے ہیں جن کی قومیت کا دار و مدار ملک کی سرحدوں پر ہوتا ہے، بعض ملک ایسے ہیں کہ ان کی قومیت کا دار و مدار زبان پر ہوتا ہے، بعض ملک ایسے ہیں جن کی قومیت کا دار و مدار رنگ اور نسل پر ہوتا ہے، لیکن مذہبی دنیا میں قومیت کا مدار اس خاص نبی کے ساتھ ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا خصوصاً تعلق ہوتا ہے مثلاً ہم مسلمان ہیں، ہم مانتے ہیں کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول، نبی اور کلیم تھے، ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول اور کلمۃ اللہ تھے، لیکن اس کے باوجود ہم یہودی کہلاتے ہیں نہ عیسائی، کیوں نہیں کہلاتے؟ اس لئے کہ اگرچہ ہم ان کو نبی مانتے ہیں لیکن ہم ان کے بعد اپنے آقا (حضرت) محمد ﷺ کو نبی مانتے ہیں۔ تو جب ہمارا خصوصی تعلق حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ ہو گیا تو پھر ہم نہ یہودی بنے، نہ عیسائی بلکہ مُحمدی اور مسلمان بنے۔ اسی طرح عیسائی جو ہیں وہ موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن کبھی انہوں نے اپنے آپ کو یہودی کو کہا، نہیں،

وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں حالانکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔

ہم مسلمان حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کو مانتے ہیں لیکن ہم نہ یہودی ہیں نہ ہم عیسائی ہیں بلکہ ہم مسلمان ہیں کیونکہ ہمارا نبی جو ہے وہ خاص ہے جس کا نام پاک (حضرت) محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہے، تو معلوم ہوا کہ جب کسی خاص نبی کے ساتھ کسی قوم کی نسبت ہو جاتی ہے اس کا نیا تشخّص ہوتا ہے اس کا پہلے کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رہتا۔ اس طرح عیسائی اگرچہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لیکن وہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی امّت نہیں۔ بلکہ ان کی اپنی الگ قوم ہے کیونکہ ان کا نبی الگ ہے۔ اسی طرح ہم مسلمانوں کا، اسی طرح جو حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی مانے گا وہ کہتا رہے کہ میرا (حضرت) محمد ﷺ پر ایمان ہے میں ان کو نبی مانتا ہوں لیکن جب اس نے حضور ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی مان لیا تو اس امت کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہوا، بلکہ نئی اُمّت آ گئی اور اس نئے نبی کی وجہ سے اس کا نیا تشکل آ گیا اور پہلی اُمّت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ رہا''۔ (عقیدۂ ختم نبوت، ص1-2)

مزید لکھتے ہیں: ''تو مذہب کی دنیا میں قوموں کا اختلاف ملک کی وجہ سے نہیں، زبان کی وجہ سے نہیں، رنگ کی وجہ سے نہیں، بلکہ اُن میں اختلاف ہوا کرتا ہے تو اس وقت جب کسی نئے نبی کے ساتھ ان کا خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے اور اس بنیاد پر ایک نئی قوم معرض وجود پر آ جاتی ہے۔

تو (کوئی شخص) جب بھی کسی قوم اور نبی کو مانے گا، اس کی نبوت پر ایمان لے آئے گا اور بیعت کرے گا تو پہلی اُمّت کے ساتھ اس کا تعلق قائم نہیں رہے گا، (اگرچہ) وہ (لاکھ بار) کہتا رہے کہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کو رسول مانتا ہوں...... اس کا غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ اس دن سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے جب محمد عربی (ﷺ) کو چھوڑ کر کسی اور نبی کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں، اس لئے سرکار دو عالم ﷺ کے بعد جو کسی اور نبی کو مانتے ہیں،

ان کا محمد عربی ﷺ کی اُمّت کے ساتھ واسطہ اور کوئی تعلق باقی نہیں رہا، وہ مانتے ہوئے بھی اس اُمّت سے خارج ہو جاتے ہیں''۔ (عقیدہ ختم نبوت، ص2-3)

اس طرح وہ لوگ مسلمان نہ رہے اور ابتداء میں اہلسنّت و جماعت کا اس بارے میں جو عقیدہ بیان کیا اس کی روشنی میں یہ خود تو کافر و جہنمی ہوئے اور ان کو مسلمان سمجھنے والا اور ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اور آیئے اب یہ بھی دیکھیں کہ عالم اسلام میں ان کے بارے میں کیا رائے پائی جاتی ہے، اہلِ اسلام کا پڑھا لکھا طبقہ جن میں دینی تعلیم رکھنے والے اور مغربی تعلیم یافتہ سبھی شامل ہیں، ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا ہے چنانچہ ہم اسے ''عالَم اسلام اور قادیانیت'' کے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عالَمِ اسلام اور قادیانیت:

قادیانیت و مرزائیت کے یوم پیدائش سے لے کر عالَم اسلام میں اس کی مخالفت کا آغاز ہو گیا جیسے جیسے اُن کے افکار و خیالات عام ہوتے گئے، اہلِ اسلام کو ان کے عقائد و نظریات کی اطلاع ملتی گئی، مسلمانوں میں ان کی مخالفت زور پکڑتی گئی، عوام النّاس کو ان کے کفر و ارتداد سے بچانے کے لئے علماء کرام و مشائخ عظام کی کوششیں تیز تر ہوتی گئیں، اخبارات و رسائل، کُتُب و جرائد، غرض یہ کہ ہر طرح سے ان کی تردید ہونے لگی جب حکومت کا ان سے تعاون یا ان کے بارے میں خاموشی بڑھی تو احتجاج کا سلسلہ شروع ہو گیا، یہاں پر صرف چند مشہور فیصلے نقل کئے جاتے ہیں، ان میں سے بعض فیصلے علماء و مشائخ کی کثیر تعداد نے کئے اور بعض اسمبلیوں میں ہوئے اور بعض آزاد عدالتوں میں ہوئے، کچھ تو تقسیم ہند سے قبل ہوئے کچھ بعد میں اور پھر کچھ مسلم ممالک کی عدالتوں نے دیئے تو کچھ غیر مسلم کی عدالتوں نے، بہر حال سب نے اس کو اسلام سے خارج قرار دیا، غیر مسلم سمجھا، چنانچہ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

آل انڈیا سُنّی کانفرنس اور قادیانیت:

جس زمانے میں افغانستان میں قانونِ شرع کی رُو سے قادیانیوں کو مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا اور اس کے خلاف مختلف گروہوں تنظیموں اور اخبارت و رسائل نے صدائے احتجاج بلند کی تو ''آل انڈیا سُنّی کانفرنس'' جو مشائخ و علماء اہلسنّت کی ایک بڑی دینی و سیاسی جماعت تھی اور سات کروڑ مسلمانانِ ہند کی نمائندہ تھی، یہی وہ جماعت تھی جو دو قومی نظریہ کی داعی اور مطالبہ پاکستان میں ''آل انڈیا مسلم لیگ'' کی ممد و معاون تھی، اس کا تعاون اگر حاصل نہ ہوتا تو کانگریس کے مقابلے میں لیگ کی کوئی حیثیت نہ ہوتی، لیگی رہنماؤں کی بات سننے بھی کوئی تیار نہ ہوتا، انگریز حکمران بھی مطالبہ تقسیم ماننے کے ہرگز تیار نہ ہوتے، لیگ میں جان اسی کے دم سے تھی، اس کے بغیر وہ بے جان تھی، اور یہ حقیقت ہے جس کا اعتراف لیگی رہنماؤں نے کیا، اس کانفرنس نے 1925ء میں قادیانیوں کو مرتد قرار دیتے ہوئے ان سے بھر پور نفرت و بیزاری کا اعلان کیا اور حکومتِ افغانستان کو اجرائے حدودِ شرعیہ پر مبارک باد دی۔

چنانچہ 16 تا 19 مارچ 1925ء کو مراد آباد میں منعقد ہونے والے ''آل انڈیا سُنّی کانفرنس'' کے اجلاس کے اعلامیہ میں حکومتِ افغانستان کے اس جرأت مندانہ اور راست اقدام کی تائید ان کلمات کے ساتھ کی گئی، علامہ نسیم احمد صدیقی نقل کرتے ہیں: 5۔ یہ اجلاس عام: بادشاہ دولتِ خداداد افغانستان حضرت امیر امان اللہ خان خلد اللہ مُلکہ کے ''قتل مرتدین'' کو عین مطابق شرع پاتا ہے اور اجرائے حدودِ شرعیہ پر ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے، جن اخباروں نے اس کے خلاف آواز بلند کی وہ بالیقین دین متین سے جاہل و بے خبر ہیں۔ اجلاس ان کی اس خلافِ شرع آواز پر سخت نفرت وحقارت کا اظہار کرتا ہے۔

۶۔ یہ اجلاس عام: جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام ہے اور ہر حصہ ملک کے علماء اہلسنّت و جماعت پر مشتمل ہے مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز

اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ حکومتِ افغانستان کا ہلاکتِ قادیان مذہبی مسئلہ ہے اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے، اس اعلامیہ کی روشنی میں مسلمانانِ ہند نے بھی قادیانیت سے نفرت و بیزاری اظہار کیا۔ (سُنّی کانفرنس کا تسلسل، مصنّفہ علامہ نسیم احمد صدیقی، ص 30)

عالمی تنظیمیں اور قادیانیت:

مرزا غلام احمد اور ان کو مقتداء ماننے والوں کو خارج از اسلام سمجھنے میں دنیا بھر کے مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں جس کی توثیق ''مؤتمر المنظّمات الاسلامیہ فی العالم'' (عالم کی تمام اسلامی تنظیموں) نے کر دی ہے، دنیا بھر کی 108 اسلامی تنظیموں کی ایک کانفرنس رابطۂ عالَم اسلام کے زیر اہتمام مکۃ المکرّمہ میں 14 تا 18 ربیع الاول 1394ھ مطابق اپریل 1974ء منعقد ہوئی، جس میں 140 نمائندے شریک ہوئے، کانفرنس میں قادیانیوں سے متعلق جو قرارداد اور سفارشات متفقہ طور پر منظور ہوئیں (وہ) درج ذیل ہیں:

1۔ تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لئے عالَمِ اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کریں۔

2۔ اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کریں اور ان کے جُرم کی وجہ سے مقامات مقدسہ میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

3۔ قادیانیوں سے عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے، ان کے کفر کے پیشِ نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے، اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے اور ان سے ہر طرح کا فر جیسا سلوک کیا جائے۔

4۔ تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے ہر قسم کے ذرائع و رسائل پر پابندی عائد کی جائے، ان کے لئے کلیدی آسامیوں پر ملازمتوں کا دروازہ بند رکھا جائے اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی فراخدلی سے کام نہ لیا جائے۔

5۔ قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا سدِّ باب کیا جائے۔ (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت، ص115)

قرار داد رابطہ عالمِ اسلامی:

قادیانیت ایک تخریب پسند فرقہ ہے، یہ اسلام دشمن طاقتوں کا معاون ہے، یہ کافر اور اسلام کا باغی ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کی ہر سرگرمی پر پابندی لگانے کے لئے اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور ہمارا مطالبہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ بحوالہ مواقف الأمة الإسلامیہ عن القادیانیۃ، ص 80 (ماہنامہ مصلح الدین، کراچی، مجریہ ستمبر 2007ء/ شعبان المعظم 1428ھ، ص62)

برصغیر ہندو پاک کے تمام فرقوں کے علماء:

رجب 1322ھ میں برصغیر ہندو پاک کے اندر پائے جانے والے تمام فرقوں کے کے علماء کے نام قادیانی کے بارے میں سوال بھیجے گئے تو بالاتفاق سب نے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتویٰ تکفیر قادیانی، کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند)

علماء حرمین شریفین:

علماء حرمین شریفین کے نزدیک یہ لوگ کافر و مرتد ہیں اور ان علماء کرام کے یہ فتاویٰ اعلیٰ حضرت نے 1324ھ میں جمع کر کے ''حسام الحرمین'' میں چھاپے۔

علمائے حرمین شریفین و بلاد شام:

ان علماء نے لکھا کہ مرزا قادیانی کے پیروکار کافر ہیں، یہ فتاویٰ مؤسسة مكة

للطباعة و الاعلام نے شائع کئے۔ (القادیانیت فی نظر علماء أمة الاسلامیۃ، ص11)

قرار دادِ پاکستان کے اکابرین:

ڈاکٹر اقبال کے فرمان کے مطابق مرزائیوں کے فساد کا علاج یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ (ماہنامہ مصلح الدین، کراچی، مجریہ ستمبر 2007ء/ شعبان المعظم 1428ھ، ص62)

آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کا فیصلہ:

قادیانی اسلام سے خارج ہیں: آئینی و قانونی طور پر باقاعدہ قادیانیت کو کفر قرار دینے میں پہل آزاد کشمیر اسمبلی نے کی، چنانچہ مصباح الدین لکھتے ہیں: آزاد کشمیر کے زعماء پر جب قادیانیوں کی سازشوں کا انکشاف ہوا تو الحاج میجر محمد ایوب نے 28 اپریل 1973ء کو اسمبلی میں ان کے خلاف ایک قرارداد پیش کی کہ جس میں ان کو اقلیت قرار دینے اور ریاست میں ان کی تبلیغ کو ممنوع قرار دینے وغیرہا کا ذکر تھا۔

اور قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی اور 24 مئی 1973ء کو جناب سردار عبدالقیوم خان صاحب صدر اسلامی جمہوریہ حکومت آزاد کشمیر نے توثیق فرمائی۔

قادیانی خلیفۂ ثالث مرزا ناصر احمد قرارداد پر چراغ پا ہو گئے اور ایک کتابچہ بعنوان ''امام جماعت احمدیہ کا آزاد کشمیر کی ایک قرارداد پر تبصرہ'' شائع کر کے اپنا غیظ و غصہ اُتارا، آزاد کشمیر پر ہی غصہ نہیں اُترا بلکہ پاکستانیوں کو بھی دھمکیوں سے نوازا، ان میں سے ایک یہ تھی کہ ''اس قسم کے فساد (قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جانا) کے نتیجے میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ (ص4) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''تعارف قادیانیت اور مسئلۂ ختم نبوت مصنفہ مصباح الدین'' کا ص111-112-113۔

پاکستان کی قومی اسمبلی کا تاریخ ساز فیصلہ:

مصباح الدین لکھتے ہیں: (ہوا یہ کہ) 29 مئی 1974ء کو قادیانیوں نے ایک سوچے

سمجھے منصوبے کے تحت ''ربوہ'' کے ریلوے اسٹیشن پر ''چناب ایکسپریس'' کو اس وقت تک روکے رکھا جب تک اس پر سوار نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو بڑی بے دردی سے دل کھول کر زدوکوب نہ کرلیا اور اس بات کا ثبوت بہم پہنچادیا کہ ''ربوہ'' قادیانی ریاست ہے۔

قادیانی ٹولہ کی یہ حرکت ایک ایسا فتیلہ تھی جس سے فساد کی ملک گیر آگ بھڑک اٹھی، حکومت نے ''صمدانی ٹریونل'' مقرر کرکے مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کیا۔ اربابِ اقتدار کو بھی احساس ہوگیا کہ قادیانی مسئلہ کا تصفیہ جس کو اب تک نظر انداز کیا جاتا رہا ہے ملک کی سلامتی کے لئے ناگزیر ہے اور عوام کی طرف سے مطالبہ کی تکمیل کے لئے ایک مجلس معرض وجود میں آئی۔ (اور) وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اس قضیہ کے لئے ایک مناسب صورت اختیار کی کہ معاملہ قومی اسمبلی میں پیش ہوا اور وہ غور وخوض کے بعد فیصلہ دے کہ قادیانی مسلمان ہیں یا غیر مسلم، اس مسئلہ کی چھان بین کے لئے ممبرانِ قومی پر مشتمل ایک خصوصی کمیشن کی تشکیل ہوئی۔

7 ستمبر 1974ء کو وہ مبارک شام آئی جب جناب وزیر اعظم (ذوالفقار علی بھٹو) نے قومی اسمبلی اور سینیٹ کے فیصلے سنائے کہ مرزا غلام احمد کے ماننے والی دونوں جماعتیں (یعنی مرزا ناصر قادیانی کی جماعت اور لاہوری جماعت) غیر مسلم قرار دے دی گئیں۔

فیصلہ سُناتے ہوئے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنی تقریر میں کہا کہ ''منکرینِ ختم نبوّت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ پوری قوم کی خواہشات کا آئینہ دار ہے، اس مسئلہ کو دبانے کے لئے 1953ء میں ظالمانہ طور پر طاقت استعمال کی گئی تھی''۔ (ملخصاً ماخوذ از تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت، مصنفہ مصباح الدین، ص115۔120)

کیا ان کو اقلیت قرار دینا درست تھا؟

یہ ایک سوال کہ آپ نے پڑھا کہ آزاد کشمیر اسمبلی اور پاکستان اسمبلی کے فیصلے پڑھے کہ جن میں ان کے اقلیت ہونے کا ذکر ہے مگر اصول شرعیہ کی رُو سے دیکھا جائے تو ان کی

سزا وہ نہیں جو انہیں دی گئی، اگر یہ سزا نہیں ہے تو پھر ان کی سزا کیا ہے اس کا جواب ہم آزادئ ہند کے ہیرو، تحریکِ پاکستان کے عظیم رہنما شیخ الاسلام والمسلمین حضرات خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی دیتے ہیں، چنانچہ آپ نے راولپنڈی میں منعقدہ مشائخ کانفرنس کے موقع پر فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دو، اقلیت تو ذِمّیوں کو کہا جاتا ہے جو شخص اسلام کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرے وہ (صرف) کافر نہیں، (بلکہ) وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا شریعتِ (اسلامیہ) میں قتل ہے، اگر میرے ہاتھ میں حکومت ہوتی تو میں قادیانیوں کا فیصلہ شریعت کے مطابق کرتا جس کی نظیر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قائم کی تھی''۔ بحوالہ ضیائے حرم لاہور، مجریہ دسمبر 1974ء

اور پہلی سالانہ عظمت تاجدارِ ختم نبوّت کانفرنس کے موقع پر فرمایا: ''قادیانیت عالَم اسلام کے اتحاد میں زبردست رُکاوٹ ہے، اس کا قلع قمع کئے بغیر ملّتِ اسلامیہ کا وجود خطرے میں ہے، قادیانیت اسلام دشمن طاقتوں کی گہری سازش ہے، اس بدترین ناسور کے خلاف جہاد مسلمانوں کا اہم ترین فریضہ ہے''۔ بحوالہ قادیانیوں کو اسلام کی دعوت، ص7 (ماہنامہ تحفظ کراچی، ﴿اولیاء امت اور قادیانیت کا بھیانک چہرہ﴾ مجریہ ستمبر 2007ء، جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 10، ص12)

جب یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کی سزا اسلام میں قتل ہے جس کی بے شمار مثالیں تاریخ میں موجود ہیں اور اس سزا پر عالَم اسلام کا اجماع بھی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ ان مرتدین کو صرف اقلیت قرار دے دینا کافی نہیں، اس سے قبل مدعیانِ نبوّت کو دیکھا جائے تو اس دَور کے حُکّام نے ان کو مرتد سمجھ کر قتل کر دیا اور قوت طاقت ہونے کی صورت میں ان سے جہاد کیا۔ بعض کے ساتھ اسلامی لشکروں کا جہاد ایک طویل عرصے تک جاری رہا، غرض یہ کہ انہوں نے اس فتنے کو جڑ سے اکھیڑنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اس میں بڑے بڑے نقصانات بھی برداشت کئے، بے شمار مسلم مجاہد بھی شہید کروا دیئے مگر اس فتنے کو بڑھنے نہ دیا۔

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ:

حسبِ دستورآئین اورآرڈیننس 1984ء کی پابندی کرنے کی بجائے شرعی عدالت سے خودکومسلمان اور(اپنے)عقیدہ کواسلام کی توثیق کرانے کے لئے قادیانی اورلاہوری دونوں گروہوں نے الگ الگ درخواستیں داخل کیں۔فاضل ججوں نے بحث وتمحیص کے بعد دونوں پیٹشنز خارج کر کے(ان کے)غیرمسلم ہونے پرتصدیق ثبت کردی۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص143)

فیڈرل اسمبلی ملائیشیا کا فیصلہ:

اکتوبر 1975ء میں فیڈرل اسمبلی نے قادیانی مسئلہ کی چھان بین کرنے کے بعد فیصلہ کیاکہ قادیانی خارج ازاسلام ہیں۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص140)

جلال الدین احمدنوری نے اسے ان الفاظ میں تحریرکیا:''عدالتِ عالیہ اس نتیجہ پرپہنچی ہے کہ مدعاعلیہ قادیانیوں کومسجد میں نماز پڑھنے کاحق نہیں ہے،لہٰذامسجد میں صرف مسلمان نماز پڑھیں گے''۔ بحوالہ القادیانۃ اقلیۃ غیرمسلمۃ،ص20(ماہنامہ مصلح الدین،کراچی،مجریہ ستمبر 2007ء/شعبان المعظم 1428ھ،ص63)

ابوظہبی کی امارت کا فیصلہ:

حکومت ابوظہبی کا فیصلہ ہے کہ اس نے قاضی القضاۃ(عدالت عالیہ)کی سفارشات کہ قادیانی غیرمسلم ہیں،ان کوبے نقاب کیاجائے اوران کاداخلہ یہاں بندکیاجائے وغیرہ کوقبول کرلیاہے۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص140)

آل انڈیامسلم پرسنل لاءبورڈ کااعلان:

بھاگلپورعدالت 1923ء کے فیصلے کے بموجب قادیانی مسلمان نہیں،بورڈ میں ان کونمائندگی حاصل نہیں،تقسیمِ ہند سے پہلے ہی عدالت نے اپنے فیصلے میں واضح کردیا تھا کہ

قادیانی غیرمسلم ہیں۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص142)

بہاولپور کے مقدمہ کا تاریخی فیصلہ:

فریقین کے علماء جمع ہوئے،دلائل نقلیہ وعقلیہ زیربحث آئے،جج محمداکبر نے قادیانیوں کے ارتداد کی توثیق فرمائی،مسمّاۃ غلام عائشہ(مسلمان) کا عبدالرزاق (قادیانی)سے فسخ نکاح کا فیصلہ صادرفرمایا۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص142)

فیصلہ شیخ محمداکبر(راولپنڈی):

ایڈیشنل جج راولپنڈی مؤرخہ 3 جون 1955ء مسمّاۃ امۃ الکریم قادیانیہ بنام لیفٹیننٹ نذیرالدین مسلم۔

جج صاحب نے فیصلہ سُنایا کہ عدالت سماعت نے جونتائج(قادیانیہ مسلمان نہیں) اخذ کئے ہیں وہ درست ہیں،مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی جان نہیں،لہٰذا اُسے خارج کرتا ہوں۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص143)

فیصلہ عدالت جیمس آباد:

مدعیہ مسماۃ امۃ الہادی۔مدعاعلیہ نذیراحمد برق قادیانی

جناب شیخ محمد رفیق گریجہ جج جیمس آباد نے فیصلہ صادرفرمایاکہ:مدعیہ ایک مسلمان عورت ہے،مدعاعلیہ نے اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے،غیرمسلم ہے لہٰذا مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعاعلیہ کی بیوی نہیں۔تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں دیاجاتاہے۔

یہ فیصلہ 13 جولائی 1969ء کو جناب قیصراحمدحمیدی جانشین جناب شیخ محمدرفیق گریجہ نے کھلی عدالت میں پڑھ کرسنایا۔(تعارف قادیانیت اورمسئلہ ختم نبوت،ص143)

فیصلہ ہائی کورٹ راولپنڈی برانچ:

جناب جسٹس افضل لون (جج ہائی کورٹ، راولپنڈی برانچ) کا تاریخی فیصلہ: حسبِ شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء قادیانی غیر مسلم کسی مسلمان کی میراث کا وارث نہیں ہوسکتا اور نہ مسلمان کسی غیر مسلم کا وارث بن سکتا ہے۔ بحوالہ پاکستان ٹائمز 30 اپریل 1981ء (تعارفِ قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت، ص143)

ماریشس (افریقہ) کی عدالت عالیہ کا تاریخی فیصلہ:

ماریشس سپریم کورٹ (ایک غیر جانبدار، غیر مسلم عدالت) کا مسجد روز بل کے متعلق سب سے پہلا معاملہ (جو ہماری نظر سے گزرا)۔ دو سال کی طویل جرح وقدح کے بعد 19 نومبر 1920ء کو عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ سنایا: ''مسلمان اور قادیانی ہم مذہب نہیں، مسجد مسلمانوں کی ہے، امامت اور نماز کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہے''۔ (تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت، ص142)

حکومتِ افغانستان کا جرأتمندانہ فیصلہ:

امیر امان اللہ خان کے دَورِ حکومت میں حکومت کو کچھ قادیانیوں کے بارے میں اطلاع ہوئی کہ وہ اپنے جھوٹے نبی کے جھوٹے دین کی تبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں، لہٰذا ان کو پکڑا گیا اور مرتد قرار دے کر قتل کر دیا گیا۔

اور حکومت افغانستان کے اس فیصلے اور جرأت کو ''آل انڈیا سُنّی کانفرنس'' کے 16 تا 19 مارچ 1929ء/ شعبان 1343ھ مراد آباد میں منعقد ہونے والے چار روزہ اجلاس میں سراہا گیا اور حکومت افغانستان کے اس راست اقدام کی بھرپور تائید کی گئی اور اس کی کچھ تفصیل ''سُنّی کانفرنس کا تاریخ تسلسل'' (مصنّفہ مولانا نسیم احمد صدیقی، ص19) میں ہے۔

قادیانیوں کے خلاف علماء اسلام کے فتاویٰ اور قراردادوں کی تفصیل علامہ فروغ احمد اعظمی مصباحی کی کتاب ''تحریکِ ختم نبوت اور قادیانیت'' کا مطالعہ کیجئے۔

مسلمانوں سے گزارش:

لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور اگر کسی طرح سے اُن کو اسلام دشمن یا ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث پائیں تو حکومت یا عدالت سے رجوع کریں کیونکہ ہمارے ملک (پاکستان) کے آئین میں بھی انہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور عدالتی نظام میں بھی انہیں غیر مسلم قرار دے کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔

تحریکِ ختم نبوت میں علماءِ اہلسنّت کی مسلسل تاریخی خدمات

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے باغی، امت کے غدّار مرزا غلام احمد قادیانی کی باطل تعلیمات کا علماءِ حقّہ کو جیسے ہی اطلاع ہوئی ویسے ہی ان کی طرف سے اس فتنے کی مخالفت شروع ہوگئی، انہوں نے اس سے اس فتنے سے باز رکھنے کی کوشش شروع کر دی، اُن کے لئے سب سے اہم عوام المسلمین کے ایمانوں کی حفاظت کرنا اور انہیں اس عظیم فتنے سے بچانا تھا، اس عظیم فریضہ کے ادا کرنے، بڑی ذمہ داری کو نبھانے کے لئے علماء ومشائخ کی طرف سے انفرادی اور اجتماعی کوششیں شروع ہوگئیں، ان کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند کی گئی مگر انگریز اپنے ''خود کاشتہ پودے'' کے خلاف بھلا کسی کے احتجاج اور کسی بھی آواز پر کان دھرنے والا کہاں تھا، یہاں تک کہ پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا، اس اسلامی ریاست اور مسلمانوں کے اپنے وطن میں ان کی سرگرمیاں جاری رہیں، باطل کی تبلیغ کرنا، مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، عزیز وطن جس کے قیام کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دی تھیں اس کے وجود کو ختم کرنے کا پروگرام بنانا اور انہیں عملی جامہ پہنانا ان کا شیوہ تھا، عوام کو قادیانیت میں داخل ہونے کے لئے طرح طرح کے لالچ دینا اور ان کو ڈرانا دھمکانا ان کا کام تھا، بڑے بڑے عہدوں پر یہ لوگ متمکن تھے، جو جس جگہ تھا اپنے خودساختہ دین کی تبلیغ میں مصروف تھا، مسلمانوں کے ساتھ ظلم وناانصافی کا بازار گرم کر کے ملک میں عدم

استحکام پیدا کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا تھا، چند روز قبل حاجی محمد صادق صاحب سے ملاقات ہوئی کہ جن کا تعلق ضلع لدھیانہ مشرقی پنجاب سے تھا، وہ بتاتے ہیں کہ پاکستان آنے کے بعد ہمارے تایا لاہور سے ہم سب کے لئے چار مربع زمین الاٹ کروا کر لائے، ساہیوال کے قادیانی A.D.C کو دیئے تو اس نے باوجود حکّام بالا کی منظوری سے زمین دینے سے انکار کر دیا اور کہا زمین ملنے کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ تم قادیانی ہو جاؤ، اگر تم نے ہماری یہ بات مان لی تو زمین بھی ملے گی اور لڑکی کا رشتہ بھی۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ یہ لوگ کس طرح عہدوں اور منصبوں کو قادیانیت کی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے اور کس طرح مسلم عوام کو تنگ کرتے تھے۔ اور ان کے خلاف علماء و مشائخ اہلسنّت کی طرف سے تحریک کا آغاز تو قیام پاکستان سے بہت پہلے سے ہی ہو گیا، مرزا اور اس کے حامیوں سے بحث مباحثہ اور مناظرے ہوتے اور اس میں سُنّی مشائخ اور علماء میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں رہا، جہاں اور جس علاقے میں اس فتنے نے قدم رکھا ہمارے عظماء کی طرف سے بھرپور مزاحمت ہوئی، حاجی صاحب مذکور ہی نے بتایا کہ ہمارے والد وغیرہ حضرت میاں مکھن شاہ نقشبندی مجددی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، حضرت سے وابستگی اور تعلق کی برکت سے اور ان کی مساعی سے ہم نے جیسے ہوش سنبھالا ہمیں یہ علم تھا کہ قادیانی کافر ہیں اور حضرت میاں مکھن شاہ علیہ الرحمہ ان لوگوں کے ساتھ ہونے والے علماء و مشائخ کے مباحث وغیرہ میں خود تشریف لے جاتے تھے اور اپنے پورے حلقہ میں ان کے خلاف بھرپور کام کرتے۔

غرض یہ کہ سنّی شیخ یا عالم جہاں بھی تھا ان کے خلاف سرگرم تھا، ان میں سے چند تو اس تحریک میں سب سے پیش پیش تھے گویا کہ تحریک کے غیر اعلانیہ قائد تھے جیسے ہمارے امام امامِ اہلسنّت امام احمد رضا، حضرت پیر مہر علی شاہ وغیرہم۔ تقسیمِ ہند کے بعد جب ان موذیوں کی سازشیں اور ان کے مظالم بڑھے اور حکومت کی اس پر خاموشی نے طول پکڑا تو پاکستان میں باقاعدہ ایک تحریک ''تحریک ختم نبوّت'' کے نام سے شروع ہوئی، بہر حال علماء و مشائخ

اہلسنّت نے ردّ قادیانیت میں تقریراً، تحریراً، قولاً عملاً غرض یہ کہ ہر طرح سے بھرپور کردار ادا کیا، ہم علماء و مشائخ اہلسنّت کی اس سلسلہ میں خدمات کے بارے علامہ محمد حنیف اختر کی ایک تحریر جو ماہ شعبان 1427ھ کو ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ میں شائع ہوئی مَن و عَن پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:

آج کل کچھ مخالفین زبانی و تحریری طور پر یہ پروپیگنڈہ کرنے میں مشغول ہیں کہ ''سنی بریلوی علماء کی خدمات اس سلسلہ میں کچھ نہیں''۔ یہ بات دوپہر کے وقت سورج کا انکار کرنے کے مترادف ہے، چنانچہ ذیل میں اس سلسلے میں چند تاریخی حقائق قلمبند کئے جا رہے ہیں تا کہ عوام الناس حقیقت حال سے روشناس ہو سکیں اور کسی غلط پروپیگنڈا کا شکار نہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

ہندوستان کے شہر بریلی میں رہتے تھے اور مرزا قادیانی نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف تحریک ہندوستان کے ایک شہر قادیان سے شروع کی۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تحریک اور جھوٹی نبوّت کے خلاف بھرپور قلمی جہاد کیا اور اعلیٰ حضرت کے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی حامد رضا خان صاحب قادری بریلوی نے اس کا جو ردّ کیا وہ بعنوان ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' شائع ہوا۔

ردِّ قادیانیت:

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر مشائخ و علماء اہلسنّت کی ردِّ قادیانیت میں مساعی بڑی وسیع ہیں، قادیانیت کی تردید میں بریلوی علماء و مشائخ نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین سے مناظرے کئے، ان کے خلاف کتابیں لکھیں، فتاویٰ جاری کئے، اشتہارات شائع کئے، اور مرزا و مرزائیوں پر دعوے کئے، جن میں اُن کو ذِلّت اٹھانی

پڑی، ذیل میں ان میں سے چند علماء و مشائخ کے اسمائے گرامی درج کئے جاتے ہیں:

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری، پیر خواجہ اللہ بخش تونسوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا کرم الدین صاحب، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا سید دیدار علی الوری، پیر سراج الحق کرنالوی، مولانا نواب الدین شکوہی رحمۃ اللہ علیہم۔ ان تمام علماء و مشائخ عظام نے تردیدِ قادیانیت میں زبردست کارنامے سرانجام دیئے اور مرزا قادیانی نے 20 جولائی 1900ء کو اپنے مخالف 86 علماء کی جو فہرست شائع کی ان میں اکثر نام سُنّی بریلوی حضرات کے تھے، یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ (ماہنامہ ضیاء مصطفیٰ، گوجرانوالہ، مجریہ شعبان المعظم 1427ھ بمطابق ماہ ستمبر 2006ء، ص1)

آل انڈیا سُنّی کانفرنس اور ردِّ قادیانیت:

20 شعبان المعظم بمطابق 16 تا 19 مارچ 1925ء کو تیسری سُنّی کانفرنس کے چار روزہ تاسیسی اجلاس کے موقع پر جو جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں منعقد ہوا، جس میں کثیر تعداد میں علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی، خصوصاً صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں، سید احمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت علامہ سید غلام قطب الدین برہمچاری، پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی علامہ سید محمد سلیمان اشرفی، حضرت علامہ شاہ احمد مختار میرٹھی، علامہ عبدالمجید آنولوی، علامہ عبدالحفیظ آنولوی، علامہ سید محمد محدِّث کچھوچھوی، حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب خان بلاسپوری، علامہ سید محمد فاضل کچھوچھوی، علامہ معون حسین رامپوری اور علامہ محمد یاسین چڑیاکوٹی وغیرہم، اس کانفرنس میں پیش کی گئی تجاویز کی روشنی میں اعلامیہ اعلحضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ علامہ شاہ احمد نورانی کے تایا مبلّغ اسلام حضرت علامہ احمد مختار میرٹھی نے پڑھ کر سنایا، یاد رہے ان دنوں افغانستان کے فرمانروا امیر امان اللہ خان ''مرتدینِ اسلام'' قادیانیوں کو ارتداد جرم میں قتل کر دیا تھا، جو اس اعلامیہ میں کہا گیا کہ ''یہ اجلاس عام، بادشاہ دولت خداداد

افغانستان کے امیر امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ کے ''قتل مرتدین'' کو عین مطابق شرع مبین پاتا ہے اور اجرائے حدودِ شرعیہ پر ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے، جن اخباروں نے اس کے خلاف آواز بلند کی ہے وہ بالیقین دینِ متین سے جاہل و بے خبر ہیں، اجلاس ان کی اس خلافِ شرع آواز پر سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اجلاس عام، جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام ہے اور ہر حصہ ملک کے علماء اہلسنّت و جماعت پر مشتمل ہے مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ حکومت افغانستان کا ہلاکت قادیان مذہبی مسئلہ ہے اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی جس کو مسلمان کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے، اس اعلامیہ کی روشنی میں مسلمانانِ ہند نے بھی قادیانیت سے نفرت و بیزاری اظہار کیا۔ (سُنّی کانفرنس کا تسلسل، مصنّفہ علامہ نسیم احمد صدیقی، ص29۔30)

تحریری خدمات:

نیز علماء و مشائخ اہلسنّت بریلوی نے قادیانیت کے ردّ میں تحریری طور پر بھی بڑا کام کیا، چنانچہ اس سلسلہ میں چند کتابوں اور ان کے مصنّفین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(1) **المقالة المسفرة عن احكام البدعة الكفرة**، مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1884ء)۔ (2) **السوء العقاب على المسيح الكذاب**، مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1901)۔ (3) **المستند المعتمد بناء نجاة الابد**، مولانا فضل رسول بدایونی کی کتاب پر عربی میں حاشیہ، از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1902ء)۔ (4) **قهر الديان على مرتد بقاديان**، مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1899ء)۔ (5) **جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة**، مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1899ء)۔ (6) **حسام الحرمين على منحر الكفر المين**، مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1906ء)۔ (7) رسالہ باب

العقائد و الکلام ،در ''فتاویٰ رضویہ'' جلداوّل،مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ:1917ء)۔(8)المبین ختم النبیین ،مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ:1908ء)۔(9)الجراز الدیانی علی مرتد قادیانی ،مصنّف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی(مطبوعہ:1921ء)۔(10)الصارم الربانی علی اسراف القادیانی ، مصنّف حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی(مطبوعہ:1897ء)۔(11)رجم الشیاطین علی اغلوطات البراھین ،مصنّف غلام دستگیر قصوری صاحب(مطبوعہ: 1885ء)۔(12)شمس الھدایہ فی اثبات الحیات المسیح ،مصنّف حضرت پیر مہرعلی شاہ صاحب گولڑوی(مطبوعہ:1900ء)۔(13) سیف چشتیائی،مصنّف پیر مہرعلی شاہ صاحب گولڑوی(مطبوعہ:1902ء)۔(14)الالھام الصحیح فی اثبات حیات المسیح ،مصنّف مولانا غلام رسول شہید امرتسری(مطبوعہ:1893ء)۔(15)فوائد فریدیہ، مصنّف خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف(مطبوعہ:1900ء)۔(16)بےنقطہ قصیدہ عربیہ(چالیس اشعار)،مصنّف مولانا ابوالفیض محمد حسن فیضی صاحب(مطبوعہ:1899ء)۔ (17)کلمہ فضل ربانی بجواب اوھام غلام احمد قادیانی ،مصنّف مولانا قاضی احمد لودھیانوی صاحب(مطبوعہ:1898ء)۔(18) ہفت روزہ سراج الاسلام جہلم، زیر ادارت مولانا ابوالفضل صاحب۔اس اخبار نے دیگر باطل فرقوں کے ساتھ ساتھ قادیانی فرقہ کی تردید میں بےمثال خدمات سرانجام دیں۔

اوراس کے بعد بھی علمائے اہلسنّت بریلوی نے مرزائیت کے ردّ میں بہت سی کتابیں لکھیں،لہٰذا یہ کہنا کہ بریلوی حضرات کی اس سلسلے میں خدمات صفر ہیں،سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ماہ جولائی 1900ء میں مرزا قادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں 86 علماء کو مناظرے کی دعوت دی،ان میں پیر مہرعلی شاہ گولڑوی کا نام بھی شامل ہے۔ چنانچہ 25 اگست 1900ء کو لاہور کی بادشاہی مسجد میں یہ مناظرہ طے پایا۔پیر مہرعلی شاہ

صاحب اور علمائے اہلسنّت اور دیگر فرقوں کے اکابر مذکورہ تاریخ کو مقررہ جگہ پہنچ گئے مگر بار بار تقاضے کے باوجود مرزا قادیانی نہ آیا اور اس نے راہِ فرار اختیار کی۔اس موقع پر 58 علمائے کرام اور 28 اکابر ملّت کی طرف سے اہلسنّت کی فتح کا اشتہار شائع ہوا۔

22 مئی 1908ء کو امیر ملّت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نے بادشاہی مسجد لاہور میں جمعۃ المبارک کے خطبہ میں مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج کیا،مرزا اس وقت لاہور میں تھا مگر پھر بھی سامنے آنے کی جرأت نہ کرسکا،حضرت امیر ملّت نے اس موقع پر پیشین گوئی کی کہ مرزا بہت جلد عبرتناک موت سے دوچار ہونے والا ہے،آپ کی پیشین گوئی کے عین مطابق مرزا قادیانی 26 مئی 1908ء قبل دوپہر عبرتناک موت کا شکار ہوکر جہنم رسید ہوگیا۔

تحریکِ ختمِ نبوت:

جب وطنِ عزیز پاکستان میں مرزائیوں کی پُراسرار سرگرمیاں حد سے بڑھ گئیں،تو تمام مکاتب فکر کے علماء وزعماء نے 13 فروری 1953ء کو تحریکِ تحفظ ختم نبوت شروع کی اور تمام فرقوں کے علماء نے اہلسنّت کے ممتاز عالم دین مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری کو اپنا متفقہ قائد تسلیم کیا۔24 فروری کو علمائے کرام کی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا۔(۶)

۶۔ ابھی چند دنوں قبل جب میں اپنے سلسلۂ طریقت کے بزرگوں کے عرس کے سلسلہ میں اپنے پیر خانہ ساہیوال(چک 99/6-R) حاضر ہوا تو میں نے اپنے پیر بھائی اور پیر طریقت حضرت میاں غلام رسول نقشبندی مجدّدی علیہ الرحمہ کے معمر مرید حاجی محمد صادق سے تحریک ختم نبوت کے حوالے سے حضرت علیہ الرحمہ کی خدمات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جب یہ تحریک چلی تو حضرت علیہ الرحمہ نے اس میں اپنے علاقے میں بھرپور کردار ادا کیا،لوگوں کو اس مسئلہ سے آگاہ کیا اور علاقے میں موجود قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ کروایا اور شہر ساہیوال سے نکلنے والے ہر جلوس میں دیگر قائدین کے ساتھ خود بھی تشریف لے جاتے اور شرکت کرتے اور کئی ماہ تک جیل میں بھی رہے، اس ضمن میں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ عوام اہلسنّت کے اندر علماء ومشائخ کی تبلیغ سے ایسا جوش پیدا ہو

مولانا ابوالحسنات قادری کی کراچی میں گرفتاری کے بعد مولانا عبدالستار نیازی نے تحریک کی قیادت سنبھال لی۔ چنانچہ 6 مارچ 1953ء کو مارشل لاء لگا دیا گیا اور مولانا نیازی و دیگر علماء کو گرفتار کرلیا گیا، ان کے مقدمات فوجی عدالتوں میں چلائے گئے، مولانا عبدالستار خاں نیازی (۷) اور مولانا خلیل احمد قادری کو پھانسی کی سزا سنائی گئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوگئی اور بعد میں واپس لے لی گئی۔ 1974ء میں ایک بار پھر مرزائیوں کے خلاف تحریک

گیا تھا کہ لوگ خود ہی جا کر گرفتاریاں پیش کرتے، یہاں تک کہ جیلیں بھر گئیں اور پولیس والے گرفتار شدگان کو ٹرک میں بٹھا کر جنگل میں چھوڑ آتے، وہ لوگ پھر آ کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرتے، جب ان کو جیل سے گاڑی سے سوار کرنے کے لئے لایا جاتا تو وہ لوگ جیل سے باہر آنے سے انکار کرتے تو پولیس والے انہیں کہتے ہم تمہیں رہا نہیں کر رہے بلکہ دوسری جیل منتقل کر رہے ہیں، جب وہ گاڑی میں بیٹھ جاتے تو دور دراز جنگل میں جا کر ان کو اُتار کر آ جاتے، اس سے اندازہ لگایئے کہ عوام میں قادیانیت کے خلاف کس قدر نفرت تھی اور مسلمانوں کا جذبۂ سرفروشی بھی قابل دید تھا اور ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کا جذبہ ان کے اندر پیدا ہونے کے دو اسباب تھے ایک تو وہ مسلمان تھے خود غرض اور مفاد پرست نہ تھے اور دوسرا یہ کہ وہ علماء و مشائخ سے عقیدت رکھنے والے لوگ تھے کہ ان کی بات کو دھیان سے سنتے تھے اور اس پر عمل پیرا ہو جاتے اور پھر علماء و مشائخ نے بھی اس میں بڑا کردار ادا کیا تھا کہ عوام اہلسنّت کی بروقت رہنمائی کی تھی اور خود بھی اس جدوجہد میں شریک رہے جو کہتے اس پر خود بھی عمل کرتے۔ فقط مؤلّف

۷۔ جو کہ اس وقت پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے اور پنجاب اسمبلی میں قادیانیوں کے خلاف قرارداد پیش کرنے کے ارادے سے جا رہے تھے کہ اجلاس مارشل لاء لگ جانے کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا اور آپ لاہور آنے کی بجائے پاکپتن سے قصور تشریف لے گئے، وہاں نمازِ فجر کی تیاری میں تھے کہ آپ کو مارچ 1953ء کو قصور سے گرفتار کر کے لاہور شاہی قلعہ میں بند کیا گیا، 16 اپریل آپ کو جیل منتقل کر دیا گیا اور 17 اپریل آپ پر کیس چلایا گیا اور مئی تک کیس چلا اور آپ کو بغاوت کے الزام میں سزائے موت سنائی گئی، سات دن آٹھ راتیں کال کوٹھڑی میں رہے، پھر عوام احتجاج پر سزا عمر قید میں تبدیل کر دی گئی، پھر 1955ء میں آپ نے اپنی سزا کو عدالت میں چیلنج کیا اور مئی 1955ء کو ہائیکورٹ نے آپ کو باعزت بری کر دیا۔ فقط مؤلّف

''تحفظ ختمِ نبوت'' چلائی گئی، اس عظیم الشان تحریک نے مرزائیت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ ادھر قومی اسمبلی میں مرزائیوں کے خلاف جن سُنّی علماء نے بھرپور کردار ادا کیا اُن میں مولانا شاہ احمد نورانی، علامہ عبدالمصطفیٰ از ہری، مولانا محمد علی رضوی، مولانا محمد ذاکر صاحب اور مفتی ظفر علی نعمانی شامل ہیں۔ اس موقع پر اہلسنّت کے متعدد علماء و مشائخ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور چالیس افراد نے جام شہادت نوش کیا، چنانچہ قومی اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا اور یہ قرارداد 7 ستمبر 1974ء کو مولانا شاہ احمد نورانی نے پیش کی اور اس طرح مسلمانوں کا ایک اہم مطالبہ منظور کر لیا گیا اور مرزائیوں کو سرکاری طور پر کافر قرار دے دیا گیا۔ الحمدللہ

حرفِ آخر:

مقامِ افسوس ہے کہ تحریکِ پاکستان کے مخالف لوگوں کو یہ واضح تاریخی حقائق نظر نہیں آتے، سُنّی بریلوی علماء کا تاریخی و لازوال کردار اظہر من الشّمس ہے اور ان کا یہ خدمات ہمیشہ تاریخ کے صفحات پر چمکتی رہیں گی۔ خداوند قدوس علماء و مشائخ اہلسنّت کی عمروں کو دراز فرمائے اور انہیں مزید دینی و مذہبی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ وما علینا اِلاّ البلاغ المبین

تحریر کنندہ: (مولانا) محمد حنیف اختر صدر بزم سعید خانیوال۔

(ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالہ، مجریہ شعبان المعظم 1427ھ بمطابق ماہ ستمبر 2006ء، ص 1-3)

مآخذ و مراجع

1۔	آئینہ قادیانی	مولانا محمد حنیف اختر	بزم سعید خانیوال
2۔	اسلام اور ردِ مرزائیت دیارِ فرنگ	پیر محمد کرم شاہ الازہری	مکتبۃ المجاہد بھیرہ، سرگودھا
3۔	بائیس جھوٹے نبی	نثار احمد خان	ادارۃ القرآن، کراچی 1424ھ
4۔	برصغیر میں بیداری ملّت کی تحریکیں	سید اسعد گیلانی	فیروز سنز (پرائیویٹ) لمٹیڈ، لاہور، کراچی
5۔	تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت اور قادیانیت	مولانا فروغ احمد اعظمی	ضیاء اکیڈمی، کراچی 1425ھ/2004ء
6۔	تعارف قادیانیت اور مسئلہ ختم نبوت	مصباح الدین	اسکالر اکیڈمی، کراچی
7۔	تہذیب اللغۃ	ابو منصور محمد بن احمد الازہری	دارالصادق، بیروت
8۔	حقائق تحریک بالاکوٹ	علامہ شاہ حسین گردیزی	حنفیہ پاک پبلی کیشنز، کراچی
9۔	حواشی تخلیق پاکستان میں علماءِ اہلسنّت کا کردار	مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی	جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان 1425ھ/2007ء
10۔	ختم نبوّت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا	مکتبہ نبویہ، لاہور 1988ء
11۔	سنن اَبی داوٗد	امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث	دار ابن حزم، بیروت 1418ھ/1997ء
12۔	سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1421ھ/2000ء
13۔	سنّی کانفرنس کا تسلسل	علامہ نسیم احمد صدیقی	انجمن ضیائے طیبہ، کراچی
14۔	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	المکتبۃ العصریہ، بیروت 1418ھ/1997ء
15۔	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری	دارالکتب العلمیۃ، بیروت

16۔	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری	دارالکتب العلمیۃ، بیروت
17۔	عقائدِ اہلسنّت	علامہ مشاق احمد نظامی	مکتبہ ضیائیہ، راولپنڈی
18۔	عقیدہ ختم نبوّت	پیر محمد کرم شاہ الازہری	مکتبہ المجاہد، بھیرہ، سرگودھا
19۔	علماءِ حق اور ردِ فتنہ مرزائیت	صادق علی زاہد	گنبد حضراء پبلی کیشنز، لاہور
20۔	مرزا قادیانی کی حقیقت	مولانا ضیاء اللہ قادری اشرفی	مرکزی مجلس تاجدار ختم نبوّت پاکستان
21۔	المسند	امام احمد بن حنبل	المکتب الاسلامی، بیروت
22۔	مشکاۃ المصابیح	ولی الدین تبریزی	دار الکتب العلمیۃ، بیروت 1424ھ/2007ء
23۔	نظریہ ختم نبوّت اور تحذیر الناس	علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی	جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) 1427ھ/2006ء
24۔	لسان المیزان	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور	دار الفکر، بیروت 1417ھ/1997ء

25۔ ماہنامہ تحفظ کراچی، مجریہ ستمبر 2007ء، جلد 3، شمارہ نمبر 10

26۔ ماہنامہ ترجمانِ اہلسنّت، کراچی، مجریہ جمادی الاُخریٰ، رجب 1395ھ/ جولائی 1975ء

27۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالہ، مجریہ شعبان المعظم 1427ھ/ستمبر 2006ء

28۔ ماہنامہ ضیاءِ حرم، لاہور، مجریہ ستمبر 1974ء

29۔ ماہنامہ مصلح الدین، کراچی، مجریہ شعبان المعظم 1428ھ/ستمبر 2007ء

30۔ ماہنامہ نوائے اہتشام، کراچی، مجریہ رجب المرجب 1427ء/ اگست 2006ء